جلد - ۱۱

نظارہ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانہ لنڈن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل - خونی تلوار وغیرہ

مصنف — مترجم

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس — تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

مقام اشاعت:- ڈیرہ دون

صدر دفتر:- ۷، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

نیج پریس دہلی میں باہتمام سوامی رامانند سنیاسی چھپی اور لال برادرس نے ڈیرہ دون سے شائع کی

اشاعت اول — قیمت عہ — حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لنڈن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے
قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے
معین کئے ہیں۔ دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان
دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف
روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گذار اور پُر شور مقامات سے
گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں
موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب
مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے۔ مصنف
یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی
کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں
کامیاب ہوتی ہے

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر
اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل
کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں پر مکمل ضخامت ۸۴۳۲ صفحوں سے
زیادہ قیمت ... محصول ڈاک الگ
جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ حصہ اول کی
قیمت ... اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ علاوہ محصول ڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکۃ آرا ناول مسٹریز آف لنڈن کے
دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ دو جداگانہ داستانیں
ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ
اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول
کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے مگر
دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے
... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ
اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں۔ وہاں اس
میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف
نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں
کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرافت
کا جوہر موجود ہو تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری
کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۱۴۲۶۶ صفحوں سے
زیادہ قیمت ... محصول ڈاک الگ
جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ ہر حصہ
کی قیمت ۱۲ علاوہ محصول ڈاک ہے۔

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ لوکھا لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو پانچ کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جائیے سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی

گیارہویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کا زبردست ناول

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

ڈیرہ دون

صدر دفتر:۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

اشاعت اول قیمت عہ حقوق محفوظ

دو دو باتیں

یہ جلد سابقہ جلدوں سے اور زیادہ بڑی ہے۔ یعنی اس میں ۱۰۰ صفحے خالص مضمون دیا گیا ہے۔ ناظرین دیکھ لیں ہم اس بارہ میں ان کی شکایات کی کس سرگرمی سے تلافی کر رہے ہیں مگر افسوس کہ دوسری طرف توسیع اشاعت میں ان کی کوششیں پھر جمود کی صورت اختیار کرنے لگی ہیں۔

ماہ نومبر میں کسی صاحب نے کوئی نیا خریدار نہیں دیا تھا۔ دسمبر میں حکیم جے۔ این۔ بغداد صاحب نے حیدر آباد دکن سے ایک خریدار عطا کیا۔ جس سے قسم تو ٹوٹ گئی۔ مگر خریداروں کی تعداد میں قابل قدر اضافہ نہ ہوا۔ بہرحال اس عنایت کے لئے ہم جناب حکیم صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خدا کرے ماہ آئندہ میں ہم بہت سے محسنوں کے اسمائے گرامی درج کرنے کے قابل ہوں۔

ہم خوش ہیں کہ ناظرین نے بتدریج قصہ کی دلچسپی کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ جس کا اظہار متعدد خطوں سے ہوا ہے۔ اب جبکہ تمہیدی اذکار کی بساط لپیٹی جا چکی۔ اور قابل مصنف نے بتدریج ان بے شمار کیرکٹروں کا جنہیں اس داستان میں حصہ لینا تھا۔ تعارف کرا دیا۔ امید کرنی چاہئے کہ ناظرین ان کے حرکات و سکنات میں پوری دلچسپی لینے لگیں گے۔

ایک مثل ہے کہ جس طرح نمک کے بغیر کھانا لطف نہیں دیتا۔ اسی طرح ظرافت کے بغیر محاسن کلام کی تکمیل ناممکن ہے۔ قابل مصنف نے اپنے سارے کامیاب ناولوں میں اس کا خاص خیال رکھا ہے۔ ناظرین اس جلد میں اسکی چاشنی سے بھی بہرہ اندوز ہوں گے۔

اکثر خریداروں کی ادا کردہ سالانہ قیمتیں ماہ آئندہ کی جلد کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ ان کی خدمت میں ابھی سے ہمارا التماس ہے کہ جو صاحب کسی وجہ سے اس بے نظیر ناول کا باقی نصف حصہ دیکھنے کا شوق نہ رکھتے ہوں وہ ازراہ کرم اسکی بروقت اطلاع بھیج دیں۔ جنکی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہ ہوگی۔ ان کی نسبت سمجھا جائے گا کہ وہ سال آئندہ بھی خریداری جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

حیدر آباد (دکن) سے خصوصیت سے ماہوار جلدوں کی عدم رسی کی شکایات آ رہی ہیں۔ خدا معلوم اس میں کیا راز ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہاں گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں پلیگ کی شدت رہی ہے۔ مگر اس سے ایسی بھی کیا بدنظمی ہوئی ہوگی۔ کہ ڈاک کی تقسیم میں گڑبڑ ہو جائے۔ ممکن ہو تو کوئی صاحب اس معمے پر روشنی ڈال کر ممنون کریں۔

نظارہ پرستان

گیارھویں جلد

باب ۔ ۶۱

عیش کی زندگی

اسے بحری ہوا کا اثر جاں بخش کہیئے یا تبدیل مقام کا لازمہ۔ یا ممکن ہے صحیح وجہ یہ ہو کہ سمندری مقامات میں بڑے سے بڑے فیشنبل لوگ بھی قدرتی تقسیم اوقات پر عامل ہو جاتے ہیں۔ بہرحال وجہ کچھ ہو سا سگیٹ پہنچنے کے دوسرے دن آنریبل ٹالبٹ سائیکا مور ٹھیک ۷ بجے پلنگ سے اٹھ گئے اور ناشتہ کرنے سے پہلے پھولدار ریشم کی کھلی ڈریسنگ گون۔ پاؤں میں مرقش سلیپر اور سر پر سنہری پھندنے کی سرخ ٹوپی لئے ہوا خوری کو ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔

ساڑھے نو بجے ناشتہ کی میز پر انہوں نے ہوٹل کے نوکر سے دریافت کیا۔ "ہمارے معتمد نے بھی کھانا کھایا؟" اور جب نوکر نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا۔ "بہت اچھا اس کو ہمارے پاس بھیجدو"۔ کرسچن نے آقا کے کمرہ میں داخل ہوا تو مسٹر سائیکا مور نے کہا۔ "وہ جو کھڑکی کے پاس میز ہے۔ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں دو چار خط لکھوانا چاہتا ہوں۔ بیچ میں بولتے بولتے تھک جاؤں تو تم بھی بندرگاہ اور سمندر کا نظارہ کیا کرنا۔"

یہ آخری عنایت بے ضرورت تھی۔ کیونکہ کھڑکی کے پاس بیٹھنے سے سمندر نظر آنا قدرتی تھا۔ اس لئے مسٹر سائیکا مور نے ان الفاظ سے بے وجہ احسان جتانے کی کوشش کی۔ بہرحال یہ کہہ کر وہ تو چاء۔ انڈے اور گوشت چٹ کرنے لگے اور کرسچن نے سامان نوشت تیار کیا۔ اتنے میں ہوٹل کا نوکر گرما گرم تکیاں لیکر حاضر ہوا۔ تو مسٹر سائیکا مور نے بھی اسکے ساتھ ہی بڑے تکلف سے کہنا شروع کیا۔ "مسز الیشٹن پہلا خط میرے لنڈن کے ساہوکار روبنس کے نام لکھو مضمون

بتاتا ہوں۔ پہلے نام اور تاریخ لکھ لو۔ مگر دیکھو خط کے شروع میں صاحبان کا رسمی لفظ نہ لکھنا اس کی بجائے "حضرات مکرم" لکھنا۔ کیونکہ میرے ان کے تعلقات ایسے ہی ہیں۔ ویسے ذرا سی کریم اور ملانا۔"

جب تک نوکر واپس نہیں آیا۔ مسٹر سائیکامور بھی چپ رہے۔ مگر اس کے آتے ہی آپ کو یکایک خط کی تکمیل کا خیال آ گیا۔ ممکن ہے یہ ایک حسن اتفاق ہو۔ بہرحال واقعہ یوں ہی اسی طرح ہوا۔ اور وقائع نگاری ہی ہمارا مقصد ہے۔

"اچھا لکھو۔" مسٹر سائیکامور نے کرسچن کو حکم دیا۔ "مہربانی سے اپنے رامسگیٹ کے گماشتہ کے نام میرے حساب میں پانچ ہزار پونڈ بھیج دیجئے۔ اور وہ جو اگلے دن میرے حساب میں لارڈ ٹاڈنگٹن نے آپ کے پاس ۲۰ ہزار پونڈ جمع کرائے تھے . . ."

اس جگہ پہنچ کر مسٹر سائیکامور کے خیالات کی آمد دفعتاً رک گئی۔ اور اتفاق سے اسی موقعہ پر نوکر بھی کمرہ سے چلا گیا۔ ممکن ہے آنریبل ٹالبٹ سائیکامور ایسے آرام طلب آدمی کے لئے ان چند فقروں کا بیان ہی کسل ودماندگی کا باعث ہو۔ بہرحال کرسچن کو اس وقت یہی محسوس ہوا کہ کسی نامعلوم وجہ سے خط کی تحریر ہوٹل کے خادم کی موجودگی سے وابستہ ہے۔ وہ حاضر ہوا تو مسٹر سائیکامور کی طبع عالیہ کی روانی بھی قائم رہتی ہے۔ مگر اس کے جانے پر اس کا بہاؤ فوراً ہی رک جاتا ہے۔ خیر اس کے تھوڑی دیر بعد آپ نے ان ۲۰ ہزار پونڈ کے بارہ میں جو لارڈ ٹاڈنگٹن نے ان کے حساب میں جمع کرائے تھے کرسچن کو چند ہدایات دیں اور خط کے مکمل ہوتے ہوتے نوکر بھی پیچ زدہ اٹھانے کو حاضر ہو گیا۔

اس کے آتے ہی آنریبل ٹالبٹ سائیکامور کو ایک اور خط کا مضمون یاد آ گیا۔ اور آپ نے کہا۔ "اب مسٹر اسٹینٹن تم ایک خط میرے دوست ڈیوک آف آرلنگٹن کے نام لکھو۔ مقام اور تاریخ لکھنے کے بعد القاب میں مائی ڈیر آرلنگٹن لکھنا اور اس سے آگے اس طرح مضمون شروع کرنا۔ میں یہاں رامسگیٹ پہنچ گیا۔ اور اب اس انتظار میں ہوں کہ تم کب ڈیڑھ مہینہ میرے پاس ٹھیرنے کا وعدہ پورا کرتے ہو۔ مگر دیکھو آنے سے پہلے اطلاعی خط ضرور لکھنا۔ کہ یہاں مسافروں کا ہجوم بے طرح زیادہ ہے۔ اور جب تک پہلے سے جگہ کا انتظام نہ کیا جائے۔ قیام میں کئی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ میری طرف سے لارڈ ٹاڈنگٹن سے کہنا کہیں پانچ ہزار کی بازی ہار گیا۔ اور اس رقم کا چیک اسی ڈاک میں بھیج رہا ہوں۔ میرے یار نے اگلے دن ۲۰ ہزار مجھ کو دیئے تھے۔ اب

اس کا چوتھا حصہ اتنا جلد پھر حاصل کرنا واقعی اسکی خوش نصیبی ہے۔ اور ہاں ٹاڈنگٹن سے یہ بھی کہنا کہ اگر اسے اپنی شبرنگ گھوڑی فروخت کرنا منظور ہو تو میں اس کے لئے آٹھ سو پونڈ تک دے سکتا ہوں۔۔۔"

یہاں مضمون پھر رکا اور مسٹر سائیکامور نے کرسی کی پشت پر جھک کر زور کی جمائی لی کرسچن نے اب کی بار بھی معلوم کیا کہ مضمون رکنے اور نوکر کے کمرہ سے جانے کا عمل تقریب قریب ایک ہی وقت میں ہوا۔ تھوڑی دیر بعد نوکر کسی کام کے لئے آیا۔ تو برآمدہ میں اسکی چاپ سنتے ہی مسٹر سائیکامور کو بھی اس خط کی تکمیل کا خیال آ گیا۔ مگر ہم باقی مضمون کی تفصیل نظر انداز کر کے اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ خاتمہ کی تحریر ہر لحاظ سے مقدمہ کے حسب حال تھی۔ اور اگر کوئی سارے خط کو پڑھ کر بھی یہ سوچنے کی جرات کرتا کہ آنریبل ٹالبٹ سائیکامور ڈیوک آف آرلنگٹن کے جگری دوست نہیں تو وہ یقیناً اس گمان فاسد کا مجرم ہوتا کہ جو کچھ جناب نے لکھوایا۔ وہ محض بکواس تھی۔ اور واقعہ میں وہ صرف بے خبر شخصوں کو بہکانے یا غلط فہمی میں مبتلا کرنے کو گاؤ تازی کر رہے تھے۔

خیر اسی طرح کئی اور خط دوسرے امرا کے نام لکھے گئے۔ جس سے بادی النظر میں اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ کہ مسٹر سائیکامور کے احباب کا حلقہ بہت وسیع مگر صرف خطاب دار طبقہ پر محدود ہے۔ خط لکھے جا چکے تو مسٹر سائیکامور نے ان پر دستخط کئے۔ پھر تہ کر کے اس طرح کے لفافوں میں بند کر دیا جن پر ان کی خاندانی مہر ثبت تھی۔ جس میں ایک نین سر کے زرافہ اور بعض اور ایسے ہی عجائبات کا نشان تھا۔ جنہیں کسی نامی حکاک نے اپنی غیر معمولی ذہانت سے اختراع کیا ہوگا۔

سب کام ہو چکا تو کرسچن نے کہا "اب اگر آپ حکم دیں تو میں ان خطوں کو ڈاک میں چھوڑ آؤں۔"

"ہاں لے جاؤ۔" مسٹر سائیکامور نے اس انداز لاپروائی سے جوان سے مخصوص تھا۔ کہا مگر جیسے ہی کرسچن جانے لگا۔ تو آپ نے کچھ سوچکر فرمایا۔ "نہیں ٹھہرو۔ میں خود باہر جا رہا ہوں۔ اور رستہ میں ڈاک خانہ بھی اترونگا۔ کیونکہ ایک خط کی تحقیقات کرنا ہے۔ اسلئے رہنے دو۔ میں انہیں خود ہی ڈاک میں ڈال دونگا۔"

کرسچن کا کام ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ سیر کے خیال سے باہر نکلا۔ مگر جب رستہ میں

خطوط نویسی کے واقعات پر غور کیا تو بے اختیار دل میں کئی طرح کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ آنریبل مسٹر سائیکاموو ہوٹل کے نوکروں پر اپنی مالی عظمت، شان امارت اور حلقہ احباب کی وسعت کا اثر ڈالنے کے لئے ہی تو یہ خط نہ لکھوا رہے تھے؟ کیونکہ ان لوگوں کا قاعدہ ہے جو بات دیکھتے یا سنتے ہیں۔ اس میں حتے الامکان مبالغہ آرائی کرکے سبھی سے کہتے پھرا کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ فوراً ہی یہ بھی خیال آیا کہ عجب نہیں میرا ہی اندازہ غلط ہو اور جو کچھ انہوں نے لکھوایا وہ صحیح اور درست ہو۔ ممکن ہے مسٹر سائیکاموو میں نمائش پسندی اور خودستائی سے زیادہ کوئی عیب نہ ہو۔ بہرحال سب حالات سوچ کر میں نے آخری رائے یہی قائم کی، کہ جلدی میں نتیجہ اخذ کرنا انصاف سے بعید ہے۔ اس لئے موجودہ صورت میں مجھے اپنے نئے آقا کی نسبت کوئی بری رائے قائم نہ کرنی چاہیئے۔

اسی ادھیڑبن میں وہ ساحل پر پہنچا۔ اور تھوڑی دیر باقی تماشائیوں کی طرح اس جگہ کے دلفریب منظر کو فرحت و انبساط سے دیکھتا رہا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ خیال دل میں جاگزین ہوا کہ یہاں کی بے شمار باتیں حیا سوز اور آداب تہذیب کے خلاف ہیں۔ اس نے دیکھا کہ مرد کامل عریانی میں عورتوں سے فقط چند گز فاصلہ پر نہا رہے تھے۔ اور عورتوں نے بھی گو لمبی گونیں پہنی ہوئی تھیں۔ تاہم ان کی تراش اتنی ڈھیلی تھی، کہ ذرا سی حرکت یا لہروں کے تموج سے بے اختیار سینے برہنہ ہو جاتے تھے۔ سمندر میں لاانتہا مرد تیر رہے تھے۔ کوئی پیٹ کے بل اور کوئی پیٹھ کے سہارے مشق شناوری کرتا تھا۔ بعض کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر سر کے بل پانی میں کودتے۔ اور کچھ لوگ سمندر سے نکل کر اس غرض سے نہانے کی مشینوں پر چڑھتے تھے کہ ان کی چھت سے کود کر پانی میں ڈبکی لگائیں۔ ساحل پر بھی عورتیں زیادہ تر انہی مقامات پہ جمع تھیں۔ جہاں مرد نہاتے تھے۔ بعض ساحلی ریت پر بیٹھی ہوئی بظاہر قصہ خوانی میں محو تھیں مگر ورق گردانی کی سست رفتار ظاہر کرتی تھی، کہ ناظرات کی توجہ مضمون کتاب سے زیادہ ان مردوں پر لگی ہوئی ہے۔ جو سمندر میں تیرتے۔ غوطہ لگاتے اور طرح طرح کے کھیل کر رہے تھے لیکن اگر عورتیں خصوصیت سے ان مقامات پر جمع تھیں۔ جہاں مردوں کا ہجوم تھا۔ تو مردوں کا اپنا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا۔ کسی عجیب حسن اتفاق سے وہ انہی مقامات پر جمع تھے۔ جہاں نوجوان عورتیں تیر رہی تھیں۔ ان کی صنایع لہروں میں سمندری پریوں کی طرح تیرتی تھیں۔ بہت سے اوباش مردان کے حسن عریاں کو گرسنہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور بے شمار آنکھیں آن

متناسب سپید اعضا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جو ان دنوں رنگین مزاج حسینوں کے پیرنے یا نہانے کی مشینوں پر چڑھنے کے موقعہ پر صاف نظر آتے تھے۔ یہ حالت فقط نوعمر و شوقین مزاج حضرات کی نہ تھی۔ عمر رسیدہ مرد جنہوں نے شاید دھوپ میں بال سپید کئے تھے نگاہ شوق سے مصنوعی رخ تاباں کی نمائش سے بہرہ اندوز ہو رہے تھے۔ اور بعض تو اس دیدہ بازی سے اتنے وارفتہ ہوتے تھے کہ اس منظر دلفریب کو زیادہ اچھی طرح دیکھنے کے لئے اپنے چشموں کو بڑے تکلف سے درست کرتے۔ اور آنکھوں کے پاس پاس لے جاتے تھے۔ عورتیں بے خبر نہ تھیں کہ مرد ہمیں کن نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ مگر کیا مجال کسی کے چہرے پر غصہ یا شرم کی سرخی نمایاں ہوئی ہو۔ یا کسی کا خون غیرت سے ابلا ہو یا کسی نے اپنے ساتھی سے درخواست کی ہو کہ وہ ان بے حیا مردوں کو جو آنکھیں پھاڑے حریصانہ نظروں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کنارہ سے ہٹا دے۔

جب کرسچین ایشٹن کو رفتہ رفتہ ان خرابیوں کا احساس ہوا تو اسے اتنی ندامت اور حیرت ہوئی کہ بہت عرصہ اپنے حواس کا یقین نہیں آیا۔ مگر یہ نظارہ ایک خواب نہیں بلکہ المناک حقیقت تھا جو سورج کی تابناک روشنی میں پوری وضاحت سے دکھائی دے رہی تھی۔ غنیمت ہے کہ نہانے والے سب کے سب صاحب عزت امیر و رئیس یا ان کی بیگمات اور لڑکیاں تھیں۔ ورنہ ان میں غریب طبقہ کی عورتیں اور مرد بھی شامل ہوتے تو نہ معلوم کس طرح آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر اظہار حیرت کیا جاتا۔ کلیسا اور پلیٹ فارم سے مزدور طبقہ کے ادنیٰ اخلاق اور حیا سوز آداب کے متعلق کتنی زبردست تقریریں کی جاتیں اور کتنے مجسٹریٹ ایسے اختیارات سے مسلح ہو کر جن کی رو سے وہ بحری غسل کو قطعاً ممنوع قرار دے سکتے تھے۔ موقعہ پر پہنچ جاتے۔ ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے خلاف بھی جو نہانے کی کلیں مہیا کرتے ہیں عبرتناک تدابیر عمل میں لائی جاتیں۔ اسقف و قانون ساز سخت تر قانونی پابندیوں کے لئے واویلا کرتے۔ اور اکسیٹر ہال میں وہ شور مچتا کہ خدا کی پناہ۔ یہ حالت یقیناً اس صورت میں دیکھی جاتی۔ کہ نہانے والے غریب اور مزدور طبقہ کے لوگ ہوتے۔ مگر چونکہ یہ مجمع فقط امرا و رؤسا اور ان کی بیگمات تک محدود تھا۔ اور اس طبقہ کو نہ صرف جملہ سیاسی حقوق بلکہ اصول اخلاق میں بھی کامل ترین آزادی حاصل ہے۔ اس لئے ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانے کا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ کرسچن تھوڑی دیر اس نظارہ کو حیرت اور بے اعتباری سے دیکھتا رہا۔ مگر یہ احساس جلدی ہی ندامت اور نفرت میں بدل گیا۔ سخت برگشتہ خاطر ہو کر وہ ساحل بحر سے پیچھے لوٹا اور بازاروں کا گشت کرنے لگا۔ مگر رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ وہ خواتین و شرفا جنہیں تعلیم و تہذیب کا دعویٰ ہے اور جن کی ذات میں نیکی۔ پارسائی اور اخلاق کے اعلیٰ تر اصول ہونے چاہئیں۔ وہی ایسی حرکات کرنے لگیں تو پھر اوروں کا خدا حافظ ہے۔

کئی دن گذر گئے۔ اور اس عرصہ میں مسٹر سائیکامور ہر روز قریباً نصف گھنٹہ ایسی چٹھیاں لکھواتے رہے جن کے مکتوب الیہ جداگانہ مراتب کے امرا و شرفا ہوتے تھے۔ اور جن کے انداز تحریر سے ان لوگوں کے ساتھ مسٹر سائیکامور کے تعلقات کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی۔ ان سب خطوں کو یا تو وہ اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈالتے یا اپنے خادم جیمز کے حوالہ کر دیتے۔ کہ وہ انہیں ڈاک میں چھوڑ آئے۔ بظاہر ان خطوں کے جواب میں لنڈن سے بھی کچھ خطوط آتے۔ جو مسٹر سائیکامور کی میز پر کھلے پڑے رہتے تھے۔ اور کرسچن کو بارہا تعجب ہوتا کہ آقا کتنے لاپرواہیں کہ نجی خطوں کو اس طرح کمرہ نشست کی میز پر رکھ چھوڑتے ہیں۔

رامسگیٹ میں مسٹر سائیکامور نے کئی گھوڑے اور گاڑیاں کرایہ پر لیں اور پورے امیرانہ ٹھاٹ سے زندگی بسر کرنی شروع کی۔ نت نئے آدمیوں سے ملاقاتیں ہوتیں۔ ایک دو لارڈ شریک دعوت ہوتے اور دو تین بیرونٹ شامپین کے دور کا لطف اٹھانے آیا کرتے۔ خود مسٹر سائیکامور کے نام بھی کئی جگہ سے دعوتی رقعے آنے لگے۔ اور ہفتہ عشرہ میں ان کا نام ہر طرف مشہور ہو گیا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ مسٹر سائیکامور فیاض بھی بہت ہیں۔ کیونکہ وہ ہر وقت رامسگیٹ کے تاجروں کو نفع پہنچانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔ جیسا ایک بار انہوں نے کرسچن سے کہا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی دولت سے اوروں کو فیض نہیں پہنچاتا۔ تو اس کا دولت مند ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

اس قابل تعریف اصول کو مدنظر رکھ کر آنریبل مسٹر ٹالبٹ سائیکامور آئے دن نئی نئی فرمائشیں صادر کیا کرتے۔ جوہریوں۔ درزیوں۔ بوٹ سازوں، عطاروں اور اصطبل والوں غرض ہر پیشہ کے آدمیوں کے لئے فیض عام جاری تھا۔ رائل ہوٹل کے مالک کو بھی جس کے ہاں مسٹر سائیکامور مقیم تھے۔ اس بارہ میں کچھ شکایت نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ہوٹل کا بہترین کمرہ ان کے پاس تھا۔ ہر روز بہترین شراب برف میں لگا کر ان کے لئے حاضر کی جاتی تھی۔ اور

چونکہ رامسگیٹ کے بازاروں میں اشیائے خوراک اچھی دستیاب نہ ہوتی تھیں۔ اس لئے ہوٹل کے مالک کو حکم دے دیا گیا تھا۔ کہ وہ خاص طور پر لندن فرمائش بھیجکر ان کے لئے بلنگسگیٹ سے بہترین مچھلیاں اور کاونٹ باغ سے لذیذ ترین فواکہات طلب کرے۔ یہ ٹھاٹ دیکھ کر وہ اندیشے جو پیشتر کرسچن کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ بڑی حد تک زائل ہو گئے۔ اور اس نے اپنے آپ کو اس خیال سے ملامت بھی کی کہ میں نے آقا کے خلاف ناحق بدگمانی کی۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ ہو رہا تھا۔ اگر وہ حقیقت سے بعید اور ریا پر مبنی ہوتا۔ تو اس کا فوراً پتہ چل جاتا۔ ملمع کاری زیادہ سے زیادہ ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ چل سکتی تھی۔ اس کے بعد صحیح حالات کا ظاہر ہونا یقینی تھا۔

واقعات مذکورہ کے قریباً پندرہ دن بعد کا ذکر ہے کہ ایک روز رائل ہوٹل کے مالک نے کرسچن کو اپنے کمرہ نشست میں بلایا۔ اور بڑے اخلاق سے کرسی پیش کرتے ہوئے کہا "مسٹر الیشٹن میں اس تصدیعہ کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ آپ سے ایک دو باتیں پوچھنی تھیں۔ اس لئے تکلیف دی ہے۔ یقین ہے آپ کو ان سوالوں کا جواب دینے میں اعتراض نہ ہوگا۔ اولاً کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ مسٹر سائیکامور کو کب سے جانتے ہیں؟"

"ان سے میرا تعارف رامسگیٹ آنے سے فقط ایک روز پہلے ہوا تھا" کرسچن نے جواب دیا "میں نے اخبار ٹائمز میں ایک اشتہار درج کرایا تھا۔ کہ اگر کسی رئیس یا شریف آدمی کو خدمات معتمدی کی ضرورت ہو تو میں حاضر کر سکتا ہوں۔ اس کے جواب میں مسٹر سائیکامور کی چٹھی موصول ہوئی۔ جس پر کچھ عرصہ خط و کتابت ہوتی رہی۔ آخر ایک روز میں ان سے ملا۔ اور انہوں نے یہ آسامی مجھے دیدی۔"

"مگر کیوں صاحب! ان دنوں مسٹر سائیکامور کہاں پر مقیم تھے؟" ہوٹل کے مالک نے دریافت کیا۔

کرسچن نے پکاڈلی کے اس ہوٹل کا نام لیا جس میں اسکی مسٹر سائیکامور سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی کہا۔ "مسٹر سائیکامور اس میں تین ماہ سے زائد عرصہ تک رہے۔ اور گو ان کی طبیعت ہمیشہ سے شاہ خرچ واقع ہوئی ہے۔ تاہم صدر مقام سے چلتے وقت انہوں نے ہر ایک بل کی رقم کوڑی کوڑی پیسہ پیسہ سے بیباق کر دی تھی۔"

اس بیان سے ہوٹل والے کے چہرہ پر رونق آ گئی۔ وہ تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر کہنے لگا "مسٹر الیشٹن میں ان سوالات کے لئے پھر ایک بار معافی چاہتا ہوں۔ ان کے متعلق میرا عذر یہ ہے

کہ بسا اوقات ہمارا ایسے مہمانوں سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے جن سے فائدہ حاصل کرنا تو درکنار الٹا بہت سا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایسے لوگ عموماً شاہ خرچ ہی ہوتے ہیں۔ گو خدا جانتا ہے مجھے اس سے مسٹر سائیکا مور کی ذات پر شک کرنا مقصود نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ نہایت شریف و معزز آدمی ہیں۔ پھر بھی ان کے متعلق دو ایک واقعات کئی بار میرے دل میں بے چینی پیدا کرتے ہیں۔ اول جس روز وہ اس ہوٹل میں وارد ہوئے۔ اسی دن میرے ایک نوکر نے انہیں اپنے لندن کے ساہوکار کے نام خط لکھاتے سنا تھا جس میں تاکید کی گئی تھی۔ کہ ان کے حساب میں بہت سا روپیہ رامسگیٹ کے ساہوکاروں کو بھیجا جائے۔ مگر میں نے تحقیقات کی۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے حساب میں کوئی رقم موصول نہیں ہوئی۔ دوسرے جتنے دوست ان سے ملنے کے لئے آتے ہیں وہ سب نئے، اور پہلے کے ناواقف ہیں۔ آج ہی صبح میں نے سر ولیم گریگری سے آپ کے آقا کی نسبت دریافت کیا کہ آخر ان کی تعریف کیا ہے؟ ان کے نام سے پہلے چونکہ آنریبل کا اعزاز موجود ہے۔ اس لئے میں سمجھتا تھا۔ کہ وہ ضرور کسی خطاب دار امیر کے صاحبزادے ہیں۔ مگر سر ولیم میرے سوال پر خود بھی متعجب ہوئے اور کہنے لگے۔ میں نے آجتک اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا بہر حال آپ کو تو معلوم ہوگا ان کے والد کا نام کیا ہے۔ اور ان کا تعلق کس خاندان سے ہے؟"

کرسچن تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر کہنے لگا۔ "سر ولیم گریگری کے لفظوں میں میں بھی اس کا یہی جواب دے سکتا ہوں کہ میں نے بھی آجتک اس پہلو پر غور نہ کیا تھا۔"

ان الفاظ سے ہوٹل کا مالک پہلے کچھ گھبرا سا گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "اس میں شک نہیں وہ خطاب دار امیر اور تین چار بیرونٹ مسٹر سائیکا مور سے ملاقات کرنے ضرور آتے ہیں۔ مگر ان کے صحیح حالات سے وہ بھی واقف نہیں اور میرے خیال میں جب تک یہ انہیں اسی طرح کھلاتے رہیں گے۔ انہیں کیا پڑی ہے کہ ان کا نسب نامہ دریافت کرتے پھریں۔"

ہوٹل والے کی باتوں سے کرسچن بھی مضطرب ہو گیا۔ اور سہمی ہوئی آواز سے کہنے لگا "کم از کم اس کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس معاملہ میں واقعی گڑبڑ ہے۔ تو میں اس سے بالکل لاعلم ہوں..."

"میں اس بات کو مانتا ہوں۔" ہوٹل والے نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اور اسی لئے میں نے آپ سے یہ سوالات پوچھنا ضروری سمجھا ہے۔ میں نے پہلے ہی جان لیا تھا۔ کہ آپ کوئی شریف و خوش خصال نوجوان ہیں۔ یہاں بھی آپ کی زندگی بڑی باقاعدگی سے بسر ہوتی ہے۔ میں

نے کبھی آپ کو شراب پیتے نہیں دیکھا۔ اور گو آپ کے آقا نے عام اجازت دے رکھی ہے۔ کہ جو چیز مانگیں مہیا کی جائے۔ تاہم آپ اس رعایت سے بھی بہت کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خیر سردست مجھے اس کا یقین نہیں کہ مسٹر سائیکامور کے معاملہ میں کسی طرح کی گڑبڑ ہے۔ اس بارہ میں اگر کوئی شبہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ تو وہ لیکا ڈلی ہوٹل کے واقعہ کا حال سن کر رفع ہو چکا ہے۔ پھر بھی دوراندیشی چاہتی ہے کہ ہر ایک مسافر کی نسبت مناسب تحقیقات کی جائے۔ بھلا آپ کی رائے ہے اگر میں ان کے لنڈنی ساہوکاروں کے نام ایک خط لکھ کر سب حال دریافت کروں۔ تو کیسا ہو؟ آپ کی طرف سے مجھے اطمینان ہے کہ یہ سب باتیں مسٹر سائیکامور سے نہ کہیں گے۔"

"نہیں میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔" کرسچن نے جواب دیا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور مسٹر سائیکامور بذات خود امیرانہ سہل خرامی سے وارد ہوئے۔ کرسچن کو اس جگہ بیٹھے دیکھ کر آپ نے فرمایا "آہ مسٹر ایشٹن۔ کیا ہوٹل والے سے کچھ باتیں ہو رہی ہیں؟"

"جی ہاں... " کرسچن نے لکنت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ جانے کے لئے اٹھا۔

لیکن مسٹر سائیکامور نے اُسے ہاتھ کے اشارہ سے روک دیا۔ اور کہا "نہ جاؤ۔ مجھے کوئی راز کی بات نہیں کہنا ہے۔ علاوہ بریں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا "تم میرے پرائیویٹ سکرٹری ہو سب حالات پہلے ہی جانتے ہو۔ تم سے کسی بات کا کیا پردہ ہو سکتا ہے؟"

کرسچن یہ بھی اس خیال سے دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ممکن ہے جس معاملہ پر مسٹر سائیکامور ہوٹل کے مالک سے گفتگو کیا چاہتے ہیں۔ وہ مجھ سے غیر متعلق ہو۔ لیکن مسٹر سائیکامور نے مشفقانہ بے تکلفی سے باصرار کہا "بیٹھ بھی جاؤ۔ میں کہہ جو رہا ہوں تم سے میری کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے" کرسچن مجبور ہو گیا۔ اور مسٹر سائیکامور امیرانہ کسل سے ایک کرسی پر جلوہ افروز ہوئے پھر فرمانے لگے "ہوٹل والا۔ بے شک تمہارا ہوٹل عمدہ ہے اور ہم اپنے احباب سے جو فقط منتخب امراؤ روُسا تک محدود ہیں۔ ہمیشہ تمہاری سفارش کیا کریں گے۔ مگر یاد رکھو کسی ادنیٰ آدمی کا ہماری معرفت یہاں آنا غیر ممکن... غیر ممکن ہے۔ ایشٹن کو معلوم ہے۔ میں اپنے دوستوں کے انتخاب میں کس احتیاط سے کام لیتا ہوں۔ کیوں ایشٹن؟"

"بے شک۔ بے شک" ہوٹل کے مالک نے دبی زبان سے کہا "شرفا کا یہی دستور ہے۔

اور ہونا چاہیئے۔" مسٹر سائیکامور نے بزور کہا۔ "ورنہ ان کی نجابت کہاں رہ جائے ؟ شریف و رذیل کا فرق کیسے معلوم ہو ؟"

ہوٹل کے مالک نے اس طرح سنجیدگی سے سر ہلایا۔ گویا مسٹر سائیکامور کے بیان کی اہمیت کو اچھی طرح تسلیم کرتا ہے اور اس کے بعد کسی گہری فکر میں غرق ہو گیا۔

"آہ ! یاد آیا ۔" مسٹر سائیکامور نے تھوڑے سکوت کے بعد یکایک کہا۔ "اگلے دوشنبہ سے چھ ہفتوں کے لئے بہترین کمروں کا ایک سوٹ ریزرو رکھنا۔ کیونکہ میرے دوست لارڈ ٹاڈنگٹن آ رہے ہیں اُن کا خط آج ہی صبح موصول ہوا ہے۔ اسٹیشن پر کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ کہ میرا دوست ٹاڈنگٹن ضرور آئے گا؟ اس کی چٹھی یہیں کہیں تھی۔" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر سائیکامور نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چند کاغذات کو ٹٹولا۔ پھر ایک خط نکال کر لاپروائی سے ہوٹل والے کی طرف پھینک دیا۔

اس نے اسے اُٹھا کر پڑھا۔ بظاہر اس کے مضمون سے مسٹر سائیکامور کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس کے چہرہ پر پھر ایک بار رونق آگئی۔

"بہت اچھا" آخرکار اس نے کہا۔ "کمرے ریزرو کر دیے جائیں گے۔ اور اس عنایت کے لئے میں ہمیشہ آپ کا احسانمند رہوں گا۔ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ممدوح اپنے عمزاد بھائی آنریبل کپتان ہائی فلایر اور اپنے بھتیجے مسٹر سکلرٹ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ تین خادم اور تین سائیس بھی ہوں گے۔۔"

"ہاں اور تمہیں ان سب کے لئے انتظام کرنا ہوگا۔" مسٹر سائیکامور نے کہا۔ "یہاں رہتے ہوئے میرے دوست کو حاضری ناشتہ، کمرہ نشست سب چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ بخدا یہ دن بھی کس مزے سے گذریں گے۔ ٹاڈنگٹن شامپین کے خم کے خم پی جاتا ہے۔ اور یہی حال ہائی فلایر کا ہے۔ البتہ سکلرٹ برگنڈی کا دلدادہ ہے ... ہاں یہ یاد آگیا۔ ہوٹل والا۔ سکلرٹ کے لئے تمہیں خاص برگنڈی کا اہتمام کرنا ہوگا۔ وہ اس کا بڑا زبردست نقاد ہے۔ اور اگر تمہاری شراب اسے پسند ہوئی۔ تو دن میں تین چار بوتلیں ختم کرنا اس کے لئے کچھ بڑی بات نہیں۔"

"میں جناب کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کے مہمانوں کو کوئی ہلکی چیز ہرگز پیش نہ کی جائے گی" ہوٹل کے مالک نے بڑے ادب سے کہا۔ "غالباً جناب نے بھی اب تک ہماری برگنڈی کی نسبت ضرور کچھ رائے قائم کی ہوگی۔"

"ہاں ذاتی طور پر میں اس کی عمدگی کا قائل ہوں۔" مسٹر سائیکامور نے تسلیم کیا۔ "اسٹیشن آج یاد سے ایک خط ٹاڈنگٹن کو لکھنا۔ کہ تمہارے لئے کمرے ریزرو کرا دیے ہیں ... ہاں پر ہوٹل والا تمہیں چار گھوڑوں کے لئے بھی جگہ کا انتظام کرنا ہوگا۔ کیونکہ خط میں لکھا ہے۔ ان کے ساتھ چار گھوڑے بھی ہیں۔"

"اطمینان فرمائیے کہ سب انتظام آپ کے حسب دلخواہ کر دئے جائیں گے۔" ہوٹل کے مالک نے عرض کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی کتاب میں یادداشت نوٹ کر لی۔

فارغ ہو کر آنریبل مسٹر ٹالبٹ سائیکامور کرسی سے اٹھے۔ اور دروازہ کی طرف جا رہے تھے کہ دفعتاً کچھ سوچ کر رک گئے۔ پھر کہنے لگے۔ "آہ یاد آگیا۔ اسٹیشن تم ذرا بنک جا کر معلوم تو کرو۔ لندن کے ساہوکاروں نے میرے حساب میں یہاں والوں کے پاس روپیہ بھیجا یا نہیں؟ حیرت ہے اب کی بار انہوں نے ایسی غفلت کیوں کی؟ اس کا ان کے کام پر ایک دم برا اثر پڑے گا۔ اس لئے کہ ان سے میرے تعلقات تجارتی ہی نہیں دوستانہ بھی ہیں۔ پر نہیں۔ میری رائے میں ساری خرابی کام کی کثرت سے ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کا مجھے پورا یقین ہے کہ اگر انہوں نے ہر بار ایسی ہی پروائی کی تو یہ کثرت بہت جلد قلت میں بدل جائے گی۔ کم از کم میں ایسے نکمے ساہوکاروں سے تعلق رکھنا منظور نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اگر انہوں نے پچھلی ڈاک میں میرا حساب نہیں بدلا تو میں ایک دم ان سے لین دین بند کر دوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے مسٹر سائیکامور نے غیر معمولی جوش اور غصہ کا اظہار کیا۔ اس وقت ان کی صورت کہے دیتی تھی کہ ان کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور اگر لندنی کوٹھی کے سب حصہ دار سر نیاز کو بڑے انکسار کے ساتھ ان کے قدموں میں جھکانا منظور کریں۔ تو بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوں گے۔

آقا کا حکم پا کر سیمن اسٹیشن راسکیٹ بنک سے حال دریافت کرنے گیا۔ اور آنریبل ٹالبٹ سائیکامور پھر ایک بار اندازِ تکلف سے کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہی سرکہ جبینی قائم رکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "ہوٹل والا۔ جب تک ہمارا آدمی بنک سے واپس آئے تم اس عمدہ شراب کا ایک گلاس حاضر کرو۔ جو کل رات ہمیں بھیجی تھی۔"

معلوم ہوتا ہے ہوٹل کا مالک لندنی ساہوکاروں کی غفلت شعاری کی نسبت مسٹر سائیکامور کی مربیانہ تہدید سے بجائے خود بہت خوف زدہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس نے غیر معمولی پھرتی سے گھنٹی بجا کر نوکر طلب کیا۔ اور اسے فوراً اس شراب کی بوتل لانے کا حکم دیا۔ مسٹر سائیکامور نے

ایک گلاس صحیح ناقدانہ انداز سے ختم کر کے ایک اور پر کیا پھر فرمایا۔

"دیکھو ہوٹل والا۔ تمہاری اس شراب سے بہتر انگلستان بھر میں دوسری شراب نہیں ہے۔ ٹاڈنگٹن ضرور اسے پسند کرے گا۔" ایک گھونٹ۔ "ہاں فلا بر بھی کرے گا۔" ایک اور گھونٹ "اور سکلر بھی یقیناً کرے گا۔" یہ کہتے ہوئے آپ نے آخری گھونٹ پی کر دوسرا گلاس بھی ختم کر دیا۔

تھوڑی دیر میں کرسچن ایشٹن واپس آگیا۔ مگر اس کے چہرہ کی مایوسی ناکامی کی خبر دیتی تھی

"کیوں۔ کیا خبر لائے ہو؟" مسٹر سائیکا مور نے پوچھا۔ "ان لاپروا لندنی ساہوکاروں کے خلاف مجھے سخت تدابیر عمل میں لانی پڑیں گی۔ یا ان کا کھویا ہوا اعتماد پھر قائم ہو گا؟"

"جناب مجھے افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ مجبوری پہلی صورت ہی عمل میں لانی پڑے گی" کرسچن نے جواب دیا۔

"یہ بات ہے تو میں ایک دم لندن جاتا ہوں۔" آنریبل ٹالبٹ سائیکامور نے سخت جوش کی حالت میں کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں پہلی ٹرین پر سوار ہو کر سیدھا ان کے بنک میں جاتا ہوں۔ اور وہاں جا کر میرا جتنا روپیہ ان کے ہاں جمع ہے۔ ان کے مخالف بمبیب۔ آلڈ گیٹ اینڈ کمپنی کے ہاں رکھوا دیتا ہوں۔ میں ان کے ہاں اپنا حساب ایک دم بند کر دوں گا۔ اور تم سُن لو گے میں نے بنک کے مینجر کو کس مزے کے چابک لگائے اور محاسب کی کیسی کچھ خبر لی۔"

مسٹر سائیکامور کا غصہ اس وقت ہر رگ و ریشہ سے ظاہر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ہوٹل کا مالک کچھ مرعوب بھی ہوا۔ مگر اس سے زیادہ وہ مسٹر سائیکامور کے مردانہ جوش غضب کا مداح تھا۔ لارڈ ٹاڈنگٹن کی چٹھی دیکھنے کے بعد وہ سارے شبہات جو اس کے دل میں مسٹر سائیکامور کے خلاف پیدا ہوئے رفع ہو گئے تھے۔ اس لئے اپنے مربی کا جوش ٹھنڈا کرنے کے خیال سے اب اس نے کہا۔ "بہتر ہو کہ جناب ان ساہوکاروں کے نام ایک زوردار چٹھی لکھ دیں جسے پڑھ کر انہیں ہوش آجائے۔ یا اگر مناسب ہو تو مسٹر ایشٹن لندن جا کر انہیں زبانی فہمائش کر دیں۔"

"بے شک یہ رائے معقول ہے۔" مسٹر سائیکامور نے بدقت اپنے غصہ کو دباتے ہوئے کہا۔ "مجھے کیا پڑی ہے کہ ان بے وقوفوں کی غفلت کے لئے اپنا آرام حرام کروں۔ ایشٹن تم میری طرف سے ان کے نام ایک آخری خط اور لکھو۔ اور اگر اب بھی اثر نہ ہو تو پھر پرسوں تم ہی میرے مختار کل کی حیثیت سے خود وہاں جا کر ایک دم حساب بند کر دینا اور مینجر اور خزانچی کی اچھی طرح گرد جھاڑنا۔"

کرسچن نے لندن جانے پر خود آمادگی ظاہر کی۔ مگر آخری فرض کی نسبت جو بنک کے مہتمم اور خزانچی کے بارہ میں تجویز کیا گیا تھا۔ کسی قسم کا وعدہ کرنا مناسب نہ جانا۔

یکایک مسٹر سائیکامور نے کہا۔ "چلو ایشٹن ان بنک والوں کے نام ایک آخری خط اور لکھ دو اور اس کے ساتھ ایک خط میرے دوست ٹاڈنگٹن کے نام بھی لکھو۔ کہ میں نے اس کے لیے جگہ کا انتظام کر دیا ہے۔" اتنا کہہ کر آپ ایشٹن کو ساتھ لیے باہر جا رہے تھے۔ کہ دروازہ کے پاس پھر رک گئے۔ اور پیچھے مڑ کر ہوٹل کے مالک سے فرمایا۔ "یاد آگیا! ہوٹل والا سر دوست میرا ایک دو سو پونڈ کا چیک تمہیں بھنوا دو۔ چاہو تو پرسوں کی تاریخ لکھ دوں گا۔ کیونکہ اس دن تک میرا روپیہ یقیناً آ جائے گا۔ یا اگر سے لندن بھیجکر فوراً روپیہ لینا ہو۔ تو میں آج ہی کی تاریخ لکھ دیتا ہوں"

ہوٹل کا مالک آنریبل ٹالبٹ سائیکامور کی تجویز سن کر پہلے سناٹے میں آ گیا۔ مگر جلدی ہی ان فائدوں کی یاد نے جو مسٹر سائیکامور کی خوشنودی سے حاصل کیے جا سکتے تھے۔ اس عارضی پریشانی کو رفع کر دیا۔ وہ لارڈ ٹاڈنگٹن کی چٹھی دیکھ چکا تھا۔ اور اسے ایک معزز مہمان کے قیام طویل سے معقول نفع حاصل کرنے کی امید تھی۔ اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ مسٹر سائیکامور اسی طرح کئی اور دوستوں سے سفارش کریں گے جس سے میرے کاروبار کو اچھی ترقی ہو گی۔ لیکن وہ خفا ہو گئے تو نہ صرف دوستوں کو یہاں آنے سے روک دیں گے بلکہ خود بھی کسی دوسرے ہوٹل میں اٹھ جائیں گے۔

ان خیالات سے اس نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ مسٹر سائیکامور کی طرف سے کسی خطرہ کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ مگر دو سو پونڈ گرہ سے ادا کرنے کا خیال کئی مشکلات بھی پیش کر رہا تھا آخر اس نے کوئی درمیانی راہ نکالنے کی تدبیر سوچی۔ مسٹر سائیکامور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "آپ کے فرمان کی تعمیل سے مجھے دلی مسرت حاصل ہوتی۔ مگر۔۔۔"

"خیر تمہیں دقت نظر آتی ہے تو مضائقہ نہیں۔" مسٹر سائیکامور نے رئیسانہ لاپروائی سے کہا۔ "میں ایشٹن کو اگلی ٹرین میں لندن بھیجدیتا ہوں۔ اور وہ روپیہ لے کر یقیناً کل صبح تک واپس آ جائے گا۔ بہرحال تمہارا سلوک یاد رہیگا۔ مجھے معلوم ہے۔ اس دوسرے ہوٹل کے آدمی کبھی کا چیک لینے سے انکار نہیں کرتے۔۔۔ ایک دم کبھی نہیں۔"

"میں تہ دل سے معافی چاہتا ہوں۔" ہوٹل کے مالک نے معزز مہمان کے عتاب تازہ سے خوفزدہ ہو کر کہا۔ "یقین فرمائیے آپ کو ناراض کرنا مجھے ہرگز منظور نہیں۔ میں جو عرض کرتا

چاہتا ہوں۔ وہ محض اس قدر ہے۔ کہ ان دنوں بعض ناگہانی مصارف سے بنک میں میرا اپنا روپیہ
چونکہ زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر سو پونڈ سے آپ کا کام چل سکے۔۔۔"

"نہیں نہیں۔ میں کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔" مسٹر سائیکامور نے کہا۔ اور وہ
دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ پھر کسی خیال سے مڑ کر کہنے لگا۔ "خیر لاؤ۔ میں ایک سو کا چیک ہی لکھ
دیتا ہوں۔ اس سے آج کا خرچ تو چل جائے گا۔"

ہوٹل کے مالک نے فوراً قلم دوات حاضر کی۔ کرسچن نے مسٹر سائیکامور کے حکم سے ایک
چیک لکھا۔ اور ہوٹل کے مالک نے ایک اور میز پر بیٹھ کر دوسرا۔ اس کے بعد مسٹر سائیکامور نے
اپنے چیک پر دستخط کر دیے۔ اور اس کے عوض ہوٹل کے مالک کا چیک وصول کر کے اسٹیشن کو
رمسگیٹ بنک میں اسے بھنانے بھیج دیا۔ مگر کرسچن جب بنک کی طرف جاتے ہوئے بازار سے گذر
رہا تھا۔ تو اس نے دیکھا کہ جیمز یعنی مسٹر سائیکامور کا پاخمیدہ نوکر اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے
اس وقت اس نے اسے اتفاقی امر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ اور خیال کیا شاید وہ سیر و تفریح کے
لئے نکلا ہے۔ یا کسی کام پر جا رہا ہے۔ مگر جب وہ چیک کا روپیہ وصول کر کے بنک سے باہر
آیا۔ تو دیکھا کہ جیمز اس جگہ بھی دروازہ کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ اور اس کی صورت سے ظاہر ہوتا
ہے۔ کہ کرسچن سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر وہ رک گیا۔ اور نوکر نے پاس آکر پہلے
ٹوپی کو چھو کر سلام کیا۔ پھر کہنے لگا "مسٹر اسٹیشن میں اس بے جا سوال کے لئے معافی چاہتا ہوں
مگر کیا آپ بنک سے کچھ روپیہ لا رہے ہیں؟"

"ہاں لا تو رہا ہوں۔" کرسچن نے اس سوال کو گستاخی پر محمول کر کے سرد مہری سے جواب دیا
"بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

"جی کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔" جیمز نے جلدی سے کہا۔ اور وہ تیزی سے ایک طرف کو چلنے لگا

"ٹھہرو۔" کرسچن نے پیچھے سے آواز دی۔ "آخر تمہاری اس تفتیش کا کچھ مطلب ضرور ہوگا۔
کیا آقا پر تمہاری کچھ تنخواہ آتی ہے۔ اس لئے پوچھتے ہو؟"

"جی نہیں۔ بالکل نہیں۔" نوکر نے جلدی سے جواب دیا۔ "آقا وہ ہم لوگوں کو کچھ نہ کچھ پیشگی
دے چھوڑتے ہیں۔ صاحب! میں نے فقط اس لئے پوچھا تھا کہ سنا ہے لندن سے روپیہ آنے میں
دیر ہو گئی تھی۔ مگر اب یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ لندن والوں نے سرکار کا روپیہ بھیج دیا
دیکھئے مسٹر اسٹیشن" جیمز نے پر اسرار لہجہ اختیار کر کے، گویا کرسچن کو اپنا ہمراز بنانے کے خیال

سے کہا "ہمارے آقا روپیہ پیسہ کے معاملہ میں بہت ہی لاپروائی کرتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے سبھی امیر ایسے ہوتے ہیں۔ مگر لنڈن کے بنک والوں نے ان کی نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ سچ پوچھئے تو ان کی بجائے میں ہوتا۔ تو بدبختوں کو ایک دن میں سیدھا کر دیتا۔"

ان الفاظ کو فیصلہ کن انداز سے کہہ کر جیمز نے اپنی ٹوپی بزور سر پر دبائی۔ اور اس کی صورت سے اس قدر غصہ ظاہر ہونے لگا۔ گویا لنڈن بنک کا مہتمم اس کے سامنے ہوتا۔ تو وہ یقیناً اسے عبرت ناک سزا دینے سے دریغ نہ کرتا۔ پھر آہستہ چلتا ہوا ایک طرف کو ہولیا اور کرسچن ہوٹل کی طرف مڑا۔ وہاں آکر اس نے روپیہ مسٹر سائکامور کو دیدیا۔ جس نے اس سے دو چٹھیاں لکھائیں ایک لنڈن کے بنک والوں کو جس کے ہر لفظ سے غصہ اور عتاب برستا تھا۔ اور دوسری لارڈ ٹاونگٹن کو جس کا لہجہ بے تکلفانہ تھا۔

"حکم ہو تو میں ان خطوں کو ڈاک میں چھوڑ آؤں؟" کرسچن نے جیسا اسکی عادت تھی۔ پوچھا پیشتر اس سوال کا جواب ہمیشہ بصورت نفی دیا جاتا تھا۔ مگر اس موقعہ پر مسٹر سائکامور نے اسے خط لے جانے کی اجازت دیدی۔ اور وہ انہیں لے کر ڈاکخانہ کی طرف چلا۔

جاتے وقت سہواً اسے پوچھنا یاد نہ رہا۔ کہ آج میری خدمات کی پھر کبھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔ پس خطوں کو ڈاک میں ڈال کر وہ پھر دریافت حال کے لیے ہوٹل کی طرف مڑا۔ مگر جس وقت زینہ سے گذر کر مسٹر سائکامور کے کمرہ نشست میں داخل ہوا چاہتا تھا۔ تو ایک عجیب قسم کی گفتگو سن کر جس کی آواز کمرہ سے آرہی تھی۔ رک گیا۔ اتفاق سے کمرہ کا دروازہ کھلا تھا۔ اس لیے اندر کی آواز صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔

پہلے اسے نوکر جیمز کی آواز یہ کہتے سنائی دی۔ "بس اب ان حیلہ سازیوں سے کام نہ چلیگا مجھے معلوم ہو گیا۔ آج تمہارے پاس کافی روپیہ موجود ہے۔ یہ بات خود اشٹن نے مجھ سے کہی تھی۔ اس لئے اس میں سے کم از کم بیس پونڈ ضرور مجھے ملنے چاہئیں۔"

"دیکھو جیمز ضد نہ کرو۔" مسٹر سائکامور کی آواز سنائی دی "میں نے بڑی مشکل سے ایک سو پونڈ حاصل کیے ہیں۔ تمہیں ان میں سے زیادہ سے زیادہ دس دے سکتا ہوں۔"

"مجبوری ہے۔ تو لاؤ دس ہی دو۔" نوکر نے بگڑ کر کہا۔ جس کے بعد کرسچن کو دس پونڈ گننے کی آواز سنائی دی۔ انہیں وصول کر کے جیمز نے کہا "میں پوچھتا ہوں آخر یہ فریب کب تک چلیگا؟"

"چپ بدبخت! دیکھتا نہیں دروازہ کھلا ہے" سائکامور نے غراتے ہوئے کہا۔ "کوئی سن لے گا تو۔۔۔"

اس قدر رنگ تنگ سن کر کرسچن اُلٹے پاؤں واپس ہوا۔ تو اس کی حالت بالکل اس شخص کی طرح تھی، جو خواب میں چل رہا ہو۔ اس کی حیرت و پریشانی کی کوئی حد نہ تھی۔ اسی بے خبری میں ہوٹل سے نکلکر بازار میں پہنچا۔ تو اسکی حالت سے معلوم ہوتا تھا۔ کوئی خود بخود چلنے والی کل ہے جس کی نقل و حرکت میں قوت ارادی کو دخل نہیں جس طرف قدم اُٹھتے بے اختیار ادھر ہو لیتا چلا جاتا تھا۔ آخر ہوش آیا۔ تو سمندر کے کنارے پھر رہا تھا۔ مگر ہوٹل سے لیکر ساحل تک کا درمیانی رستہ اس نے اتنی بے خبری سے طے کیا۔ کہ معلوم ہوتا تھا کسی کے دست سحر نے اس کو وہاں سے اٹھا کر یہاں لا کے رکھ دیا ہے۔ غرض کہ ساحل بحر پر پہنچکر وہ بار اول اس خواب محویت سے بیدار ہوا اور اب جو اس نے ان الفاظ پر جو مسٹر سائیکامور کے کمرہ کے باہر کھڑے ہو کر سنے تھے۔ غور کیا۔ تو ایک بار پھر وحشت کا غلبہ ہونے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا آقا کوئی عیار اور فریبی آدمی ہے اور جیمز دربردہ اس سے ملا ہوا ہے۔ اُسے یاد آیا کہ جیمز نے ایک سے زیادہ موقعوں پر قصداً مجھ سے گفتگو کی۔ اور ہر بار مسٹر سائیکامور کی دولت۔ عزت اور رتبہ کی تعریف کرتا رہا۔

"میں سمجھ گیا۔" اس نے غصہ کی حالت میں اپنے آپ سے کہا۔ "بدذات کا مقصد یہ تھا کہ میں بھی اوروں کے سامنے اس کی تعریف کرتا پھروں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے کیا فوراً ہی اس کو بے نقاب کر دوں ؟ ۔۔۔"

اس کا پہلا فیصلہ یہی تھا کہ مسٹر سائیکامور کی اصلیت فوراً سب پر ظاہر کر دی جائے۔ مگر دفعتاً یہ اندیشہ مانع ہوا۔ کہ ممکن ہے یہ شخص سائکامور مجھے بھی اپنا شریک ظاہر کر کے خود میرے لئے کوئی تازہ مصیبت کھڑی کر دے۔

"مگر نہیں" اس نے تھوڑی غور و فکر کے بعد پھر کہا۔ "میرا کسی مصیبت میں مبتلا ہونا صریحاً غیر ممکن ہے۔ ہوٹل والے نے دوران گفتگو میں کہا تھا۔ تم ایک شریف صورت نوجوان ہو۔ مگر افسوس! کیا بدقسمتی ہے کہ میرا ایک ایسے عیار شخص سے پالا پڑا۔۔۔"

آخری فیصلہ جو اس نے کیا وہ یہی تھا کہ مجھے ہوٹل میں جاکر سب حال اس کے مالک سے کہہ دینا چاہیئے۔ مگر وہاں پہنچا تو معلوم ہوا وہ آدھ گھنٹہ پیشتر ریل کے ذریعہ لندن چلا گیا ہے۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے طور پر تحقیقات کا ارادہ کر لیا ہے۔" کرسچن نے

اپنے آپ سے کہا "امید ہے وہ آج رات یا کل صبح تک واپس آجائے گا۔ خیر چند گھنٹوں کی دیر سویر کیا فرق پیدا کر سکتی ہے۔"

وہ بارہ ہوٹل سے نکل کر وہ پھر بازاروں کا گشت کرنے لگا۔ مگر رہ رہ کر اس بات کا خیال آتا تھا کہ سائمکا مور کیسا عیار اور چالباز ثابت ہوا۔ اتنے میں کھانا کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ اسے اپنے اخراجات سے ہوٹل کے بل میں جس کی نسبت اسے یقین تھا۔ کہ کبھی ادا نہ ہوگا۔ اضافہ کرنا منظور نہ تھا۔ اس لئے کھانا کھانے ایک قہوہ خانہ میں چلا گیا۔ جہاں اس نے اپنے خرچ سے کھانا طلب کیا۔ یہ کوئی تیسرے درجہ کا رسٹوران تھا۔ اور کھانا کھانے کے کمرہ میں پرانے طریق پر بکس بنے ہوئے تھے۔ کرسچن اس جگہ داخل ہوا۔ تو اس نے دیکھا کہ صرف دو آدمی موجود ہیں۔ جنہوں نے سادہ اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور وہ تنویر پٹ شراب کے ساتھ گوشت روٹی کھا رہے تھے کرسچن پاس ہی دوسرے بکس میں بیٹھ گیا۔ اور کھانا آنے کے انتظار میں اخبار اٹھا کر دیکھنے لگا۔

یکایک ان دو آدمیوں میں سے ایک نے ایسی آواز میں جو دبی ہوئی ہونے کے باوجود کرسچن کے کانوں تک پہنچ گئی۔ دوسرے سے کہا "تو گویا وہ ٹھیک ساڑھے چھ بجے کھانا کھاتا ہے۔ اس لئے اس سے پہلے نہ آئیگا۔"

"یہ میں ایک بار پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔" دوسرے نے غراتے ہوئے جواب دیا۔ "پھر بار بار اسی بات کو دہرانے سے فائدہ؟"

پہلے نے شراب کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا۔ اور ایک لمبا گھونٹ پی کر کہنے لگا "جو لوگ مجھے جانتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک شیڈ بولٹ ہر کام دور اندیشی سے کرتا ہے۔ بھائی وورز یاد رکھو جب ہمارے ایسے دو شریف آدمیوں کو اس طرح کا نازک کام کرنا پڑے۔ تو ان کا فرض ہوتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اسے بڑی معقولیت سے انجام دیں۔ سمجھے کیا؟"

"خاک نہیں سمجھا۔" دوسرے نے جس کا نام بظاہر وورز تھا۔ غرا کر کہا "صرف اتنا جانتا ہوں ساڑھے چھ بجے ہمیں ایک کام کرنا ہے۔"

"کام بے شک کرنا ہے۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے کہا "لیکن میرے دوست کسی کام کو کرنے کے ہمیشہ دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک زبردستی سے۔ دوسرا دانائی سے۔ غالباً اس شخص کے پاس بہت سا نقد روپیہ موجود ہے۔ پھر کیوں نہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ جس سے اس کا کچھ حصہ ہمارے ہاتھ آ جائے؟"

"مگر کیسے؟" مسٹر وورز نے جس کا منہ گوشت اور روٹی سے پر تھا۔ بدقت لقمہ چباتے ہوئے اسی تلخ لہجہ میں پوچھا۔

"کیسے!" مسٹر شیڈ بولٹ نے انداز حقارت سے کہا "مرد آدمی کیا اتنا نہیں سمجھ سکتے . . ."

"میری سمجھ گئی بھاڑ میں۔ جو کہنا ہو صاف صاف کہو۔" مسٹر وورز نے جس کا مزاج بظاہر تلخ تھا غراتے ہوئے کہا۔

"خیر تو میں اپنا مطلب چند لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے جواب دیا۔ "بالفرض ہم اس کام کو علانیہ کرنے کی کوشش کریں یعنی ہوٹل میں جائیں۔ اپنا فرض بیان کریں۔ اس شخص کو پکڑیں۔ ہتھکڑی لگائیں اور کھینچتے ہوئے سٹیشن تک لے جائیں۔ تو ان سب باتوں کے لئے وہ یقیناً ہمارا احسان مند نہ ہوگا۔ اور ناممکن ہے کہ وہ اس سختی کے بدلے ہمیں پانچ گنی فی کس انعام دے سکیں ٹھیک ہے یا نہیں؟"

"میں کیا جانوں ٹھیک ہے یا نہیں" مسٹر وورز نے اسی بدمزاجی سے جواب دیا "جس سوال کا جواب تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ اس کے پوچھنے سے فائدہ؟"

"ہاں یہ ٹھیک جانتا ہوں۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے تسلیم کیا۔ "مگر تمہیں بھی تو کسی طرح سمجھانا ہے خیر اب میں دوسری صورت پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو ہم اس کام کو مہذب طریق پر کریں۔ مسٹر سمتھ اور مسٹر نوکس کے فرضی نام سے ہوٹل میں جائیں۔ اور کہیں ہم کو ایک خاص کام کے لئے آنریبل مسٹر ٹالبوٹ سائیکامور سے ملنا ہے . . . ارے پر تم نے بھی دیکھا۔ غالباً وہ لڑکا جو دوسرے بکس میں بیٹھا ہے۔ میری بات سن کر چونک گیا۔"

"نہیں تمہارا وہم ہے۔" مسٹر وورز نے سرکہ ہنسی قائم رکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھتے نہیں ہو وہ اخبار پڑھ رہا ہے۔ اسے کیا معلوم ہم کیا باتیں کرتے ہیں۔ یہ بھی جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو۔ اس کا خلاصہ کر دو تو اچھا ہے۔"

"بس اب میں اسے ختم کیا چاہتا ہوں۔" مسٹر آئیزک شیڈ بولٹ نے کہا "جیسا میں کہہ رہا تھا اگر ہم اس کام کو مہذب طریق پر کریں۔ یعنی اس سے علیحدہ مل کر کہیں کہ مہربانی سے ہمارے ساتھ لندن چلیے۔ اسی کے خرچ پر درجہ اول کی گاڑی میں سفر کریں۔ اور سارا رستہ اس کا اطمینان کراتے جائیں تو کیا وہ ہمارے حسن سلوک سے خوش نہ ہوگا؟ کیا یہ خوشی معقول انعام کی صورت اختیار نہ کرے گی؟ اس لئے دوست وورز تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ خدا چاہے ایسا انتظام کر دوں گا

کہ ہمارا انعام کہیں نہیں جا سکتا ۔"

"چلو جس طرح جی چاہے کرو ۔" مسٹر وڈرز نے آخرکار اس لہجہ تلخ کو نفرت سے ترک کر کے جسے اس نے اب تک برقرار رکھا تھا ۔ کہا "تم آدمی ہوشیار ہو ۔ اور جیسا کہہ رہے تھے ۔ واقعی کوئی وجہ نہیں کہ ہم ادائے فرض کے ساتھ ذاتی فائدہ حاصل کرنے کی کیوں نہ کوشش کریں ۔"

"آہ ! اب کی تم نے بہت سمجھ کی بات کہی ہے ۔" مسٹر شیڈبولٹ نے کہا "اس کی خوشی میں لاؤ ایک ایک جام ہو جائیں ۔" یہ کہہ کر اس نے نوکر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی ۔

تھوڑی دیر میں نوکر کریسچن کا کھانا لے کر حاضر ہوا ۔ مگر وہ اس میں سے ایک نوالہ بھی نہ کھا سکا ۔ وہ جان گیا تھا کہ مسٹر سائیکامور کے لئے خطرہ کا وقت آگیا ۔ اور اس کو کسی شدید الزام میں گرفتار کرنے کی طیاریاں ہو رہی ہیں ۔ بظاہر یہ لوگ لندن پولیس کے افسر تھے ۔ اور اسے گرفتار کرنے کے لئے ہی یہاں آئے تھے ۔ پھر بھی سارے حالات پر غور کر کے اس نے اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ مسٹر سائیکامور کو خطرہ سے آگاہ کرنا گناہ ہے ۔ عمل انصاف جو عنقریب شروع ہوگا اس کا مزاحم ہونا اسے بالکل ناپسند تھا

کمرہ کے ایک جانب دیوار میں کلاک لٹکا ہوا تھا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچ بج چکے ہیں ۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ کے اندر مسٹر سائیکامور کا زیر حراست ہونا یقینی تھا ۔ وڈرز اور شیڈبولٹ کی گفتگو بظاہر ختم ہو چکی تھی ۔ کیونکہ اب وہاں خاموشی تھی ۔ دونوں دوستوں نے پورٹ کا ایک ایک جام ادھ ختم کر کے گرم پانی میں ملی ہوئی رم پینی شروع کر دی ۔ اسکی عمدگی کی نسبت کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے وہ بہت دیر تک اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ پیتے رہے ۔

آخرکار مسٹر شیڈبولٹ نے ہی مہر سکوت کو توڑا اور کہا "یہ شخص سائیکامور واقعی کوئی بہت چالاک آدمی ہے ۔ دیکھو تو پیکاڈلی کے ہوٹل میں ... کیا نام تھا کم بخت کا ... وہ کس شان کی زندگی بسر کرتا رہا جبکہ آخرکار اس نے ایک جعلی ہنڈی کا روپیہ وصول کیا ..."

"اچھی چالاکی ہے !" مسٹر وڈرز نے سابق کی طرح غراتے ہوئے کہا "چالاک ہوتا تو کیا ہنڈی کا روپیہ وصول کر کے لوگوں کا قرض ادا کرنے بیٹھتا ؟ اسے چاہئے تھا روپیہ ہاتھ آتے ہی کسی طرف کو بھاگنے کی فکر کرتا ۔"

"یہ تم ٹھیک کہتے ہو ۔" شیڈبولٹ نے نرمی سے جواب دیا "مگر ہنڈی چونکہ تین مہینہ کی میعادی تھی ۔ اس لئے شاید اس نے خیال کیا کہ مہلت سے پہلے تو کسی کو اس جعلسازی کا علم ہی نہ ہو سکیگا ۔

اس لئے اس وقت تک بہا بر مزے کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اگر جیسا تم کہتے ہو۔ وہ قرض ادا کئے بغیر فرار ہو جاتا۔ تو ہر طرف ہڑ بونگ مچتا۔ اور فوراً سب راز کھل جاتا۔ میرا خیال ہے وہ یکے بعد دیگرے سارے ساحلی مقامات کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ اور سب میں وہ پکاڈلی کے اسی ہوٹل کا۔۔ کیا نام تھا اس کا؟ اب پھر ذہن سے اتر گیا۔۔ ضرور حوالہ دیتا۔ کہ اس سے لوگ اس کو معزز اور معتبر خیال کرنے لگیں۔"

کرسچن جو پہلی گفتگو سن کر ہی حیران اور سراسیمہ تھا۔ اب تفصیلات معلوم کر کے سخت مضطرب ہوا۔ اس کے دماغ میں چکر آنے لگے۔ اور کمرہ کی گرم ہوا میں بیٹھنا ناممکن ہو گیا۔ اس نے بل کی رقم ادا کی۔ اور رخصت ہوا۔ مگر وہاں سے سیدھا ساحل کی طرف گیا۔ کہ حالت سکون میں غور کر سکے اب کیا کرنا چاہیئے۔ سوچتا تھا۔ کیا سیدھا رائل ہوٹل جاکر اسباب باندھ لوں اور چل دوں؟ یا اس ناٹک کو آخر تک دیکھوں۔ ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ ممکن ہے پہلی صورت میں لوگ سمجھیں یہ بھی سائمکامور سے ملا ہوا تھا۔ اور اب خطرہ کا حال معلوم کر کے ہی فرار ہوا ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہے مسٹر سائیکامور دو جنٹلمین دوستوں کے ساتھ ساتھ ساحل پر چہل قدمی کر رہے ہیں۔ یکایک اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے فوراً اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

باب - ۶۲

فکر و اضطراب

مسٹر سائیکامور دوستوں کے ساتھ ساحل بحر پر کھڑے ایک جہاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کہ کرسچن نے پاس جا کر مردِ مستقل آواز سے کہا "جناب عالی میں تھوڑی دیر آپ سے گفتگو کیا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے؟ کس بارہ میں؟" مسٹر سائمکامور نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "دیکھیے نہیں یہ میں اس وقت دوستوں میں مصروف ہوں۔۔۔ ایک دم مصروف ہوں۔"

"مگر جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ اسے بہر حال ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔" کرسچن نے کہا۔

"اوہ! آہ! ٹھیک ہے۔" مسٹر سائمکامور نے جلدی سے کہا۔ پھر دوستوں سے مخاطب ہو کر آہستہ فرمایا "حضرات یہ نوجوان میرا پرائیویٹ سکرٹری ہے میں نے اسے ایک خاص کام

کرنے کو کہا تھا۔ اب آپ کی اجازت سے میں اس کا حال دریافت کر کے ابھی حاضر ہوتا ہوں۔"

کرسچن نے "خاص کام" کی نسبت آقا کی تازہ دروغ بیانی کو نظر انداز کر دیا۔ اور ایک طرف کو چلا۔ سائیکامور بھی فوراً ہی اس کے پاس جا پہنچا۔ اور فکر مند لہجہ میں پوچھنے لگا "کیوں ایشٹن کیا بات ہے؟ تم ایسے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

"معاف کیجیے میں اس جگہ سب حال نہیں کہہ سکتا۔ مہربانی سے ہوٹل چلیے۔" اس نے کہا۔

"پھر بھی معاملہ کیا ہے؟" سائیکامور نے اور زیادہ اصرار کے ساتھ پوچھا۔ اظہار ناراضی کی جرأت اس لئے نہ تھی کہ صاف نظر آتا تھا۔ دال میں کالا ضرور ہے۔

کرسچن نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سیدھا ہوٹل کی طرف چلنے لگا۔ سائیکامور بھی اس کے پہلو میں چل رہا تھا۔ رستہ میں اس نے بیشمار سوالات پوچھے۔ مگر کرسچن کا جواب ایک خاموشی تھی۔ چند منٹ کے عرصہ میں دونو ہوٹل پہنچ گئے۔ جہاں کرسچن آقا کو ساتھ لئے سیدھا کمرہ نشست کی طرف گیا۔ جب دونو بیٹھ گئے۔ تو مسٹر سائیکامور نے بے چینی سے کہا۔ "اب تو بتا دو۔ تمہارے اس عجیب طرز عمل کا مطلب کیا ہے۔ اور تم کس لئے مجھے یہاں لے کر آئے ہو؟"

"میرا مطلب اسی قدر ہے کہ آئندہ کے لئے میں آپ کی ملازمت میں رہنا نہیں چاہتا۔" ایشٹن نے جواب دیا "پس مہربانی سے مجھے ایک پرزہ کاغذ پر لکھ دیجیے۔ کہ ہمارا تعلق صرف پندرہ دن رہا ہے اس کا آغاز بعض خاص حالات میں ہوا تھا۔ اور اب یہ تعلق کرسچن کی مرضی سے منقطع ہوتا ہے"

یہ الفاظ سن کر سائیکامور کے چہرہ کی رنگت اور زیادہ سپید ہو گئی۔ اور اس کی صورت سے صد درجہ کی پریشانی ظاہر ہونے لگی۔ بہرحال اس نے اضطراب چھپانے کی بہت کوشش کی۔ گو اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر تھرائی ہوئی آواز سے اس نے کہا "میرے عزیز ایشٹن . . ."

"بس جناب آئندہ مجھے اس بے تکلفی سے مخاطب نہ کیجیے۔" کرسچن نے پُرجوش لہجہ میں کہا "علاوہ بریں مجھ سے کسی طرح کے سوالات پوچھنا لاحاصل ہے۔ اس لئے مہربانی سے بیٹھ کر ابھی اس مضمون کا رقعہ لکھ دیجیے۔ جس کی میں نے درخواست کی ہے۔"

"پھر بھی کوئی تو وجہ ہوگی۔" سائیکامور نے کانپتے ہوئے کہا "ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ کہ تم یکایک مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔ شاید تم نے میرے خلاف کچھ حالات سنے ہیں؟ یا کسی نے تم سے کچھ کہا ہے . . ."

"یقین فرمائیے کسی کے کہنے سننے کی مجھے ذرا بھی پروا نہیں۔ میں نے سب حال اپنی آنکھوں

سے دیکھا ہے۔" کرسچن نے قطع کلام کرکے کہا۔ "اور جو کچھ اس طرح معلوم ہوا ہے اس کی بنا پر میں فوراً آپ سے علیحدہ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"کیا ہوٹل والوں نے تم سے کچھ کہا ہے؟" سائیکامور نے فکرمند ہو کر پوچھا۔

"نہیں مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔" کرسچن نے جواب دیا۔ مگر فوراً ہی یہ سوچ کر کہ اگر میں نے اسے شک میں رکھا۔ تو عجب نہیں یہ کسی طرف کو فرار ہو جائے۔ اور اس کے متعلق انصاف عمل میں نہ آسکے۔ جو اسے منظور نہ تھا۔ اس نے کہا "مسٹر سائیکامور کسی نہ کسی طرح آپ کا صحیح حال مجھ پر روشن ہو چکا ہے۔ اور اب میں ایک لمحہ بھی آپ کے پاس نہیں ٹھیر سکتا۔ مگر اس خیال سے کہ کسی دن آپ کے سلسلہ میں مجھے بھی بدنام نہ ہونا پڑے۔ میں رخصت ہونے سے پہلے اس مضمون کی سند حاصل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو پیشتر بیان کیا گیا ہے۔"

"میرا صحیح حال!" سائیکامور کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اس وقت اس کا بدن تپ کے مریض کی طرح زور سے کانپ رہا تھا۔ اور فرطِ خوف سے حواس جواب دینے لگے تھے۔ "یقیناً تم نے ہوٹل کے آدمیوں کو . . ."

"اطمینان رکھیے۔ انہیں اب تک آپ کی اصلیت کا علم نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "وہ اسی راحت آمیز بے خبری کی حالت میں ہیں۔ جس میں پہلے تھے۔ اور اب مہربانی سے وہ رقعہ تحریر کیجیے۔ جس کا مضمون میں نے بیان کر دیا ہے . . ."

"آخر یہ رقعہ تمہارے کس کار آمد ہوگا؟" مسٹر سائیکامور نے جلدی سے پوچھا۔ پہلے اس کا ارادہ غصہ ظاہر کرنے کا تھا۔ مگر کرسچن کے استقلال کو دیکھ کر رُک گیا۔

"میں اس سے اتنا ہی کام لینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کبھی آپ کے سلسلہ میں میرے چلن پر حرف آیا تو میں فوراً اسے پیش کر کے اپنی صفائی کر سکوں گا۔" نوجوان نے جواب دیا۔

اس سے مسٹر سائیکامور کا بڑی حد تک اطمینان ہو گیا۔ پھر بھی اس کے لئے ایک وجہ تشویش اور باقی تھی۔ فوراً ہی لہجہ بدل کر التجائی لفظوں میں کہنے لگا۔ "دیکھو مسٹر ایشٹن میری نسبت کسی سے بُرا لفظ نہ کہنا . . ."

"اطمینان رکھیے مجھے بے وجہ آپ کے معاملات میں دخل انداز ہونا پسند نہیں۔" کرسچن نے بات کاٹ کر کہا۔ "کل صبح میرا ارادہ رامسگیٹ سے رخصت ہو جانے کا ہے . . ."

"بہرحال تمہاری تنخواہ جس قدر بھی میرے ذمہ ہے۔ وہ ادا کر دی جائے گی۔" مسٹر سائیکامور

نے وہی سابقہ رویہ اختیار کر کے امیرانہ انداز سے کہا۔

"نہیں میں اس روپیہ میں سے جو آپ کے پاس ہے ایک کوڑی لینا حرام سمجھتا ہوں۔" کرسچن نے پر لجند ہو کر کہا "میری تو خواہش ہے آپ اس رقعہ میں یہ بھی تحریر کر دیں کہ میں جتنے دن آپکے ساتھ رہا ان کی ایک پائی تنخواہ نہیں لی۔"

"تمہاری مرضی۔" مسٹر سائیکامور نے اسی لاپروائی سے کہا۔ پھر نوشت کی میز پر بیٹھ کر اس نے لکھنے کے لئے تیار ہوتے ہوئے طنز آمیز تبسم کے ساتھ کہا۔ "اچھا اب تم لکھواؤ۔ میں لکھتا ہوں۔"

کرسچن نے اس ادنے مذاق کو نظرانداز کر کے اسی مضمون کا رقعہ لکھوانا شروع کیا جس کی توضیح اس نے پہلے کر دی تھی۔ اور جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ زمانہ آئندہ میں اس کے آقا کے حالات کچھ بھی ظاہر ہوں۔ ان کا اس کی ذات پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ قدرتی طور پر سائکامور اس قسم کا رقعہ تحریر کرتے ہوئے بہت جھجکا۔ ایک دو بار اس نے کرسچن کی طرف انداز حیرت سے بھی دیکھا مگر اسے مستقل دیکھ کر اسے ختم کرنے پر مجبور ہوا۔ آخر جب رقعہ لکھا جا چکا۔ اور مسٹر سائیکامور نے اس پر دستخط بھی کر دیے۔ تو کرسچن نے اُسے بغور پڑھا۔ پھر تہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"یہ وعدہ پختہ ہے کہ تم مجھے کسی طرح کا ضرر نہ پہنچاؤ گے؟" مسٹر سائکامور نے آخری بار پوچھا۔

"میں نے تم سے جتنے بھی وعدے کئے ہیں۔ انہیں پوری طرح ایفا کیا جائے گا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اتنا کہہ کر کرسچن کمرہ سے باہر نکلا۔ اور ہوٹل کے دفتر میں جا کر اس جوان عورت سے جو محاسب کا کام کیا کرتی تھی کہنے لگا۔ "مہربانی سے میرے ذاتی اخراجات کا جو مسٹر سائکامور کے اخراجات سے علیحدہ ہوں۔ ایک بل تیار کر دیجئے۔"

"بہت اچھا۔" عورت نے جواب دیا۔ "مگر اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے دراصل مسٹر سائکامور کی ملازمت ترک کر دی ہے۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "اور چونکہ کل صبح یہاں سے جا رہا ہوں۔ اس لئے اپنا حساب بے باق کر دینا چاہتا ہوں۔"

"خیر آپ کا بل تیار کر دیا جائے گا۔" عورت نے کہا۔ "مگر ان کے آپ کے تعلقات کچھ کشیدہ تو نہیں ہیں؟ یعنی آپس میں کوئی ناخوشگوار واقعہ تو پیش نہیں آیا؟ . . ."

مہربانی سے سردست اس کے متعلق کچھ نہ پوچھئے۔" کرسچن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "پھر کسی موقعہ پر سب حال عرض کردوں گا۔"

اس نے اپنے کمرہ میں جاکر علی الصبح رخصت ہونے کی تیاری شروع کردی۔ اور اسباب وغیرہ باندھنے لگا۔

اس اثنا میں مسٹر سائیکامور کی ذہنی حالت جیسی تھی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک طرف سخت فکر و تشویش اور دوسری جانب یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کرسچن کو میری نسبت کون سے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ اسی کشمکش و پیچ میں وہ اس بات کا فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ کہ ہوٹل سے بھاگ جاؤں یا صبح تک ٹھہروں۔ کیونکہ اگلی صبح کو ہوٹل سے رخصت کا فیصلہ اس نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ سخت اضطراب کی حالت میں دو تین بار کمرہ میں ٹہلنے کے بعد اس نے گھنٹی بجاکر ہوٹل کے نوکر کو حکم دیا۔ کہ میرے آدمی جیمز کو یہاں بھیجدو۔

اس کے آنے پر مسٹر سائیکامور نے کہا "جیمز کچھ خبر بھی ہے۔ حالات کیسے تشویشناک ہوتے جاتے ہیں؟ مگر ٹھیرو پہلے اچھی طرح دیکھ لو دروازہ تو بند ہے۔"

"ہاں، ہاں دروازہ بالکل بند ہے۔" جیمز نے جواب دیا "مگر تشویش کی نئی صورت کیا پیدا ہوئی ہے۔ پہلے ذرا اس کا حال کہئے۔"

"وہ لڑکا اسٹیفن جسے میں اپنے ساتھ ملاکر لایا تھا۔ آج یکایک علیحدہ ہوگیا ہے۔" سائیکامور نے جواب دیا۔ "کہتا تھا آپ کا صحیح حال مجھ پر روشن ہوچکا ہے۔"

"کونسا حال؟" جیمز نے گھبراکر پوچھا۔ "کہیں اسے یہ شک تو پیدا نہیں ہوگیا۔ کہ جو چٹھیاں تم اس سے مختلف امیروں اور رئیسوں کے نام لکھوایا کرتے تھے۔ ان کے جواب خود ہی لکھ کر میرے حوالہ کردیتے تھے۔ اور میں ان تمام جوابی چٹھیوں کا ایک پارسل باندھ کر اپنے بھائی کے نام لندن بھیجدیتا تھا۔ کہ وہ انہیں اس جگہ ڈاک میں ڈالدے۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ سب حالات تو اس کو معلوم نہیں ہوگئے؟"

"میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔" سائیکامور نے بے صبری سے جواب دیا۔ "بہرحال کچھ نہ کچھ خطرہ پیش آنیوالا ہے۔"

"مگر یہ تو ہم نے پہلے ہی طے کرلیا تھا۔ کہ کل صبح یہاں سے رخصت ہوجائیں گے۔" جیمز نے اعتراضاً کہا۔ "یہاں سے جو مل سکتا تھا۔ مل چکا۔ اس لئے اب جگہ بدلنے کی ضرورت تھی۔"

"یہ صحیح ہے" سائیکامور نے کہا۔ "اور آج شام تک مجھے ایک معقول رقم حاصل ہونے کی امید بھی تھی۔ تمہیں معلوم ہے میں نے دو زردار نوجوانوں کو دام فریب میں پھنسا لیا ہے۔ اور وہ مجھ سے تاش یا گنجفہ کی بازی کھیلنے پر آمادہ ہیں۔ تجویز یہ ہے کہ دعوت کا اہتمام کر کے انہیں خوب اچھی طرح شامپین پلائی جائے۔ پھر جو کچھ ان کے پاس ہو حاصل کر لیا جائے۔ اس سے بہت نہیں دو ہزار تو کہیں نہیں گئے۔ جس کے بعد ڈوور ہوتے ہوئے بولون جانے کا راستہ سیدھا ہے۔ یہ سب باتیں اچھی طرح طے ہو چکی تھیں۔ کہ اس منحوس لڑکے نے میرے دل میں کچھ اور ہی تشویش پیدا کر دی ہے اور اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔"

"بہرحال اس طرح گھبرانے سے کام نہ چلیگا" جیمز نے جواب دیا۔ "بظاہر ہوٹل والوں میں کسی طرح کی بے چینی نظر نہیں آتی۔ گو میں نے سنا ہے۔ اس جگہ کا مالک لندن گیا ہوا ہے۔ مگر وہ کل سے پہلے واپس نہیں آئے گا۔ اور اس وقت تک ہم بہت دور پہنچ جائیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" مسٹر سائیکامور نے سخت پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر اس نے وہیں سے تار بھیجدیا تو پھر؟"

"آہ! یہ مشکل واقعی قابل غور ہے" اب جیمز نے بھی اضطراب ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بات میرے ذہن میں نہ تھی کہ بجلی کے تار اسّی نوّے میل کے فاصلہ پر بھی اسی طرح باتیں کر سکتے ہیں جیسے دو چار قدم پر۔"

"خیر اب سوچنا یہ ہے کہ اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔" سائیکامور نے حالت اضطراب میں کمرہ کے اندر ٹہلتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم یہ ایک ہی سو پونڈ لیکر بھاگ جائیں۔ تو بات قابل شرم ہو گی"

"افسوس تم نے میرا کہا نہ مانا" جیمز نے افسردگی سے سر ہلا کر کہا۔ "سیدھے پکاڈلی کے ہوٹل سے فرار ہو جاتے۔ تو پانسو پونڈ تو اپنے پاس رہتے۔ قرضوں کا روپیہ ادا کرنے میں برباد تو نہ ہوتے۔۔۔"

"جیمز جیمز! تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ میرا ارادہ کتنا وسیع تھا۔" سائیکامور نے بے صبری سے جواب دیا۔ "خیال یہ تھا۔ ان قرضوں کی ادائگی سے ہماری ایمانداری کی ایسی دھاک بیٹھے گی کہ یہاں آ کر نئے بگڑے امیروں سے ہزار ہا پونڈ جوئے میں حاصل کرنا دشوار نہ ہو گا۔ میرا یہ قیاس غلط بھی نہ تھا۔ مگر افسوس جب زریں فصل کاٹنے کا وقت آیا۔ تو اس وقت آسمان پر سیاہ بادل جمع ہونے لگے۔"

"کیوں مگر ایشٹن کا ارادہ کسی چال ظاہر کرنے کا تو نہیں ہے؟" جیمز نے یکایک پوچھا۔

"میرے خیال میں نہیں۔ اس کے باوجود اس کا طرز عمل اتنا عجیب و پُراسرار تھا کہ میں کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔"

"اس کا طرز عمل کچھ بھی ہو۔ اب مناسب یہی ہے۔ کہ ہم لوگ خطرہ کی پرواہ کرتے ہوئے یہیں ٹھیریں۔" جیمز نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ "پس دعوت کا انتظام ہونے دو۔ جن نوجوانوں کو تم نے پھانسا ہے۔ انہیں بھی آنے دو۔ جو کرنا ہے کرو۔ اس کے بعد کل سویرے ہم ضرور یہاں سے فرار ہو جائیں گے تمہارے پاس کچھ جواہرات اور ایسی ہی اور چیزیں ہیں۔ جنہیں ہم بآسانی ساتھ لے جا سکیں گے۔ مگر کپڑوں کو مجبوراً یہیں چھوڑنا پڑے گا۔"

مسٹر سائیکا مور نے تھوڑی دیر غور کیا۔ پھر کہنے لگا "جیمز میں تمہاری صلاح منظور کرتا ہوں۔ دعوت کا انتظام قائم سمجھو۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

دوسری طرف کرسچن ایشٹن بل کی تیاری کا حکم دے کر بازاروں کا گشت کرنے چلا تنہائی میں اپنے خیالات پر غور کرنے سے سب سے زیادہ اسے اس بات کا رنج ہوا۔ کہ میں نے مسٹر سائیکامور ایسے شخص کی ملازمت کیوں اختیار کی۔ یہ میری سخت ناعاقبت اندیشی اور بے احتیاطی تھی کہ ریکاڈلی کے ہوٹل میں ایک بار شک ہونے پر بھی اس کی ملازمت ترک نہ کی۔ بہت دیر وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا۔ مگر پھر سوچا کہ اب ان غلطیوں پر افسوس کرنا لاحاصل ہے۔ جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ اس نے وہ اخراجات جو رامسگیٹ ہوٹل کے عرصہ قیام میں اس کے ذمہ ہو گئے تھے خود ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جس سے وہ اصول راست کی عملی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پاس ذاتی روپیہ کافی تھا۔ کیونکہ چند ماہ پیشتر واقعہ اوک لینڈس کے بعد مسٹر ریڈکلف نے اسے چھ سو پونڈ دیئے۔ ان میں سے اب تک بہت کم صرف ہوئے تھے۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے فیصلہ کیا۔ کہ مسٹر سائیکامور کی گرفتاری تک ہوٹل سے باہر رہنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے اسکی مصیبت دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

رامسگیٹ کے بازاروں میں گھومنے کے بعد وہ دیہات کی طرف چل دیا۔ اور خیالات کی محویت میں اس مقام سے بہت دور آگے نکل گیا۔ جہاں تک جانے کا ارادہ تھا۔ کھیتوں سے گذر کر وہ ایک شاہراہ پر پہنچا۔ اور اب یکایک یہ محسوس کر کے کہ میں بہت دور آگے نکل آیا ہوں واپس جانا چاہتا تھا۔ کہ ذرا دم لینے کے خیال سے برلب سڑک ایک باڑ کی چوبی گذرگاہ پر بیٹھ

گیا - قریباً ایک سو گز فاصلہ پر ایک خوش وضع مکان تھا جس کے سامنے آہنی باڑ میں گھرا ہوا دلکش لالہ زار اور پچھلی طرف ایک باغ اور اس سے پرے وسیع رمنہ واقع تھا - مکان آبادی سے الگ بنا ہوا تھا - اور اسے دیکھ کر بے اختیار کرسچن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس میں کون رہتا ہوگا - وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک گاڑی کے سڑک پر تیز چلنے کی آواز آئی - مڑ کر دیکھا تو ایک نفری گاڑی تھی - جس میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے - اور نہایت تیز چل رہی تھی - پھر بھی جب وہ اس مقام کے پاس سے گذری - جہاں کرسچن بیٹھا تھا - تو اس نے ایک سرسری نظر سے ہی دیکھ لیا کہ اس میں دو عورتیں سوار ہیں - جن میں سے ایک اسے نہایت خوبصورت معلوم ہوئی اور دوسری . . . مگر نہیں دوسری کے خط و خال دیکھنے کا اسے اچھی طرح موقعہ نہیں ملا - گاڑی ذرا ہی آگے گئی تھی - کہ یکایک ٹھیر گئی معاً ایک سواروں نے زور زور سے چلانا شروع کیا - اور گھوڑے بیتابی سے اچھلنے لگے - معلوم ہوا گاڑی کا پچھلا پہیہ ٹوٹ گیا ہے - اور گاڑی محض اس لئے الٹنے سے بچ گئی کہ جدھر کرسچن بیٹھا تھا اس سے مقابل سمت میں اسے ایک مٹی کے پشتہ کا سہارا مل گیا گاڑی کے اندر بیٹھی ہوئی عورتوں کی چیخیں سن کر ایک لمحہ میں کرسچن ان کی امداد کے لئے حادثہ کے مقام کی طرف دوڑا -

سوار بھڑکے ہوئے گھوڑوں کو چمکارنے میں مصروف تھے - اس لئے عورتوں کو گاڑی سے نکالنے کا فرض ذہن سے اتر گیا - اس لحاظ سے کرسچن کی امداد نہایت مفید ثابت ہوئی - اس نے جاتے ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر خواتین سے پوچھا - آپ کو خدانخواستہ کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟ جواب میں ایک نے کہا ہمیں جھٹکا تو بہت زور کا لگا تھا - مگر شکر ہے اس سے زیادہ کوئی صدمہ نہیں پہنچا - کرسچن نے انہیں سہارا دے کر گاڑی سے نکالا - اور اب جو اسے ان دونو کو بغور دیکھنے کا موقعہ ملا تو معلوم ہوا کہ ایک کی نسبت اس کا سرسری اندازہ واقعی صحیح تھا - وہ جبین - غایت درجہ حسین تھی - گو دوسری بھی جو عمر میں اس سے بڑی تھی شکیل و جامہ زیب معلوم ہوئی لیکن یہ وقت مدارج حسن کا اندازہ کرنے کا نہ تھا - کرسچن انہیں گاڑی سے اتار کر اتنا ہی کہنے پایا تھا - کہ امید ہے آپ کی منزل یہاں سے بہت دور نہ ہوگی - کہ ناگاہ ایک عمر رسیدہ آدمی اسی مکان سے نکل کر جسے کرسچن ذرا دیر پیشتر تعریف و حیرت سے دیکھ رہا تھا - اس جگہ آ پہنچا - اس شخص کی چال بھدی - ناہموار اور لنگڑاتی ہوئی اور شکل و صورت ایسی مضحکہ خیز تھی - کہ کرسچن نے اپنی عمر میں جز نصیب ارل آف لیبانہ کے سوا اس طرح کا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا

نووارد کے گلے میں سرخ رنگ کی ریشمی ڈرسنگ گون جس پر جا بجا پھول بنے ہوئے تھے۔ اور سر پر اسی کپڑے کی ٹوپی تھی۔ جو اس کے مکروہ شہوانی خط و خال کے مقابلہ میں برف کے ایسے سپید بالوں پر نہایت عجیب معلوم ہوتی تھی۔ نقرس زدہ پاؤں میں ڈھیلے سلیپر تھے۔ اور گو شام کے ساڑھے چھ بجے تھے۔ تاہم اس کی پوشش سے یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ ابھی ابھی خواب راحت سے بیدار ہو کر آ رہا ہے۔

جس عورت کو ہم نے شکیل و جامہ زیب بیان کیا ہے۔ اس کی عمر تیس سال کے قریب۔ چہرہ خوشنما اور اس پر حوصلہ و استقلال کے آثار نمودار تھے۔ دوسری جو نازک اندام اور چھریرا بدن رکھتی تھی۔ عمر میں اس سے کم از کم دس سال چھوٹی تھی۔ پہلی کے بال اور آنکھیں سیاہ۔ مگر دوسری کے بال سنہری اور آنکھیں کبودی تھیں۔ بظاہر پہلی عورت اس عجیب الوضع آدمی کی پہلے سے شناسا تھی۔ کیونکہ ان میں بڑی بے تکلفی سے مصافحہ ہوا۔ جس کے بعد عمر رسیدہ شخص نے انداز فکر سے کہا۔ "مسز آکسنڈن مجھے اس حادثہ کا سخت افسوس ہے۔ ایک پرانے دوست کے مکان پر آتے ہوئے آپ کو جو تکلیف ہوئی وہ حقیقتاً رنجدہ ہے۔۔۔"

"مگر سر جان۔ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ حادثہ آپ کے مکان کے پاس ہوا۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا۔ "کہیں فاصلہ پر ہوتا۔ تو یہاں تک پیدل آنے میں کس قدر تکلیف اٹھانی پڑتی۔"

لیکن جس وقت ان دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کرسچن نے دیکھا کہ وہ کمسن حسینہ جس کے جمال دلفریب کا سرسری نظارہ اس نے گاڑی میں ہی کر لیا تھا غیر معمولی طور پر مضطرب اور بے چین نظر آتی تھی۔ وہ نووارد بڈھے کو دیکھ کر پہلے چونکی۔ پھر اس کی طرف انداز وحشت سے دیکھنے لگی۔ اور انجام کار دردناک حیرت و سراسیمگی کی حالت میں چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

کرسچن کو ان ظاہری تبدیلیوں سے بہت تعجب ہوا۔ اور قریب تھا وہ اس سے دریافت کرتا۔ "آپ کے اس خوف و اضطراب کی وجہ کیا ہے۔" کہ بڈھے نے پہلے اس قمر طلعت حسینہ کی طرف حریصانہ نظر سے دیکھا۔ اور اس کے بعد کرسچن کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

غالباً مسز آکسنڈن اس کے خیالات سمجھ گئی۔ کیونکہ اس کا اطمینان کرانے کی غرض سے اس نے فوراً کہا۔ "یہ نوجوان ہمارے ساتھ نہیں آیا۔ کوئی اجنبی ہے۔ جس نے مہربانی سے ہمیں وقت پر امداد دی۔۔۔"

"آہ! میں سمجھا۔" عمر رسیدہ شخص نے مطمئن ہو کر کہا۔ اور اس کے بعد پھر اس نازنین کی طرف بغور دیکھنے لگا جس کی رنگت اب لاش کی طرح زرد ہو گئی۔ اور صورت سے ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ غش آیا چاہتا ہے۔

مسز آکسنٹڈن نے کرسچن کی طرف مڑ کر کہا "صاحب ہم آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ نے ہم پر واقعی بہت احسان کیا ہے۔" مگر اس کے انداز اور لہجہ سے اس طرح کی بے صبری ظاہر ہوتی تھی۔ گویا چاہتی ہے اب یہ کسی طرح یہاں سے رخصت ہو جائے۔

کرسچن نے محسوس کیا۔ کہ اب یہاں ٹھیرنا خلاف ادب ہے۔ علاوہ بریں ٹھیرنے کا کوئی معقول عذر بھی نہ تھا۔ پس اس نے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔ اور پیچھے مڑا چاہتا تھا۔ کہ وہی کمسن نازنین جس کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔ اس طرح چونکی۔ گویا وہ اس سے امداد و حفاظت کی امیدوار تھی۔ مگر اب یہ امید یاس میں بدلی جاتی تھی۔

"لارا نادان نہ بنو۔" مسز آکسنڈن نے دبی آواز مگر تحکمانہ لہجہ میں اس سے کہا۔ ساتھ ہی اس کا بازو پکڑ کر اپنی تیز سیاہ آنکھوں سے غضبناک طریق پر دیکھتے ہوئے کہنے لگی "جانتی نہیں ہو۔ آپ سر جان سٹیوارڈ ہیں۔"

کرسچن مڑا چاہتا تھا کہ غمزدہ حسینہ کے منہ سے ہلکی دبی ہوئی چیخ نکلی۔ اس آواز کو سن کر جو اس وقت التجائے رحم کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ پھر رک گیا۔ مسز آکسنڈن نے یہ حالت دیکھی تو کرسچن پر تیز قہر آلود نظر ڈالی۔ اور کہنے لگی "صاحب آپ کی بروقت امداد کے لئے ہم واقعی آپ کے شکرگذار ہیں۔ لیکن معاف فرمائیے یہ بے جا استعجاب و مداخلت ہمارے احساس ممنونیت کو مٹا رہی ہے۔"

یہ فقرہ ملامت سن کر جو ایک حد تک گستاخانہ بھی تھا۔ کرسچن کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ مگر اپنا جوش ضبط کر کے وہ پیچھے مڑا اور تیز چلنے لگا۔ دوبارہ اسی مقام پر پہنچکر جہاں سے اس نے گاڑی کا حادثہ دیکھا تھا پیچھے نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا سر جان سٹیوارڈ کمسن نازنین سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے ایک ہاتھ واقفانہ انداز سے اس کے شانہ بلورین پر رکھا ہوا اور دوسرے کی پہلی انگلی سے زوردار اشارے کرتے ہوئے بظاہر ان الفاظ کو جو اس وقت زبان سے نکلتے تھے خاص اہمیت دے رہے تھے۔ سامنے کھڑی ہوئی لارا افرط خوف سے سہمی جاتی تھی۔ اور مسز آکسنڈن سر جان کے پیچھے کھڑے ہو کر لارا کی طرف نظر ملامت اور انداز

تحکم سے دیکھی جاتی تھی۔ اس نظارہ سے کرسچن کے دل میں پھر ایک بار اس نامعلوم حسینہ کے لئے احساس رحم و تعجب پیدا ہوا۔ اور وہ چند منٹ اس مقام کھڑا ابھی رہا۔ جہاں سے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا مگر جیسے ہی مسز آکسٹن کی غضبناک سیاہ آنکھوں کی جھلک نظر آئی۔ اور یہ خیال تازہ ہوا کہ اوروں کے کام میں دخل انداز ہونا آداب تہذیب سے بعید ہے۔ وہ آخری مرتبہ فیصلہ کن انداز سے پیچھے مڑا۔ اور کھیتوں کی راہ سے راسگیٹ کی طرف چلنے لگا۔

راسگیٹ اس جگہ سے قریباً تین میل فاصلہ پر تھا جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا ہے بے خبری میں کرسچن بہت دور نکل آیا تھا۔ اب واپس جاتے ہوئے اس نے واقعات پیش آمدہ پر نظر بازگشت ڈالی۔ اور اس نوجوان حسینہ کے لئے جسے بظاہر پہلی مرتبہ مسٹر جان سٹیوارڈ کے پیش کیا گیا تھا۔ مگر جس نے اس کی صورت کو نفرت کراہت اور خوف کی نظروں سے دیکھا تھا بے اختیار اس کے دل میں احساس رحم پیدا ہو گیا۔ حیران تھا معاملہ کی تہ میں کیا بات ہے کیا یہ کسی جبری شادی کا پیش خیمہ ہے۔ یا کوئی اس سے بھی بدتر کارروائی عمل میں آنے والی ہے؟ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اسے سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں اس نازنین کی بروقت امداد کے لئے وہیں نہ ٹھیر گیا؟ ممکن تھا۔ میری کوشش اسے جبر و تعدی سے محفوظ رکھ سکتی۔ اسی سوچ میں تھا کہ سامنے سے ایک گوالن آتی نظر آئی۔ جس سے اس نے چند سوالات پوچھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ پہلے اس نے کچھ دودھ خریدا پھر اسکی قیمت زیادہ ادا کر کے اس نے دریافت کیا "کیا وہ مکان مسٹر جان سٹیوارڈ کا ہے؟"

"جی ہاں۔ انہی کا۔" دودھ والی نے جواب دیا "عجیب طبیعت کے آدمی ہیں۔"

"کس طرح؟" کرسچن نے پوچھا۔

"ہر پہلو سے" گوالن نے جواب دیا۔ "اول ان کا لباس ہی ایسا عجیب ہے کہ نواحات کے سب لڑکے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور جب یہ انہیں پیٹنے کو لاٹھی لئے دوڑتے ہیں۔ تو اور مزیدار تماشہ ہوتا ہے۔ چونکہ انہیں پاؤں کے درد کی شکایت ہے۔ اس لئے دوڑنا تو کجا اچھی طرح چل بھی نہیں سکتے۔ بس ان موقعوں پر وہ ایک عجیب مضحک نظارہ پیش کرتے ہیں۔"

"شادی شدہ ہیں؟" کرسچن نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" عورت نے جواب دیا۔ اور معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی "میری رائے میں اُن کی شادی ہو جاتی تو اچھا تھا۔ بصورت موجودہ ان نواحات کی کوئی شریف لڑکی

ان کی ملازمت اٹھانا منظور نہیں کرتی۔"

کرسچن ان حالات کو سن کر حسین لارا کی سہمگین صورت یاد کر کے کانپ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ سر جان سٹوارڈ کا چال چلن اچھا نہیں؟"

"ان کا چال چلن! خدا پناہ دے!" عورت نے جوش سے کہا "میری ایک بہن نے بیوقوفی سے اپنی لڑکی کو نوکر رکھوا دیا تھا۔ وہ تو لڑکی بہت نیک اور پاک تھی۔ اس لئے کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی ورنہ سر جان نے غریب کو ورغلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آدمی صاحب دولت ہیں۔ مگر اپنے روپیہ سے انہوں نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ جو لوگ ان کے مزارع یا ملازم ہیں۔ ہر وقت ان کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو میں ان کے منہ پر بھی کہنے کو تیار ہوں۔ یوں اتنے عمر رسیدہ ہیں کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ پھر بھی ان کی مہربانی سے دیہات میں کئی گھر تباہ ہو گئے۔ بھلائی کے لئے ان کو ایک پیسہ صرف کرنا حرام ہے۔ مگر برے کاموں پر ساری دولت لٹانے کو تیار ہیں۔ آپ نے میرا مطلب سمجھا؟"

"اچھی طرح۔ مگر بدقسمتی سے بعد از وقت۔" کرسچن نے جس کے خیالات حسین لارا کی طرف لگے ہوئے تھے بےخبری میں کہا۔ اور اس نظارہ کو یاد کر کے کہ معصوم حسینہ مسز آکسنڈن کی پر رعب نظروں سے سہمی ہوئی کھڑی ہے نیز اس خیال سے کہ بےکس لڑکی کو معلوم کن آفتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا بے اختیار بدن میں جھرجھری پیدا ہوئی۔ اور فرطِ جوش سے رگوں میں خون اُبلنے لگا۔

اتنے میں گوالن بولی۔ "صاحب ایک میں ہی ان کی شاکی نہیں۔ آپ جس سے پوچھینگے وہی سر جان سٹیوارڈ کی مذمت کرے گا۔ بارہا مجھے یہ سوچکر حیرت ہوتی ہے۔ کہ آجتک کسی برباد شدہ عورت کے شوہر۔ باپ یا بھائی نے جوش غضب میں آکر وہ صورت بڈھے کا سر نہیں چھوڑ دیا۔ ہاں پر روپیہ میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے زمانہ بھر کی سیاہ کاریاں کر کے ان پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ سر جان چونکہ مجسٹریٹ بھی ہیں۔ اس لئے لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بعد میں انہیں دھمکا بھی خوب لیتے ہیں۔"

"تم نے کبھی آکسنڈن کا نام بھی سنا ہے؟" کرسچن نے کچھ سوچکر پوچھا۔

"جی نہیں۔" دودھ والی نے جواب دیا۔ "اور اب مہربانی سے رخصت کی اجازت دیجئے کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔"

زریچن اسے روکنا چاہتا تھا۔ مگر کوئی بہانہ نظر نہ آیا۔ بہرحال جو کچھ اس نے سنا تھا۔ اسی سے حسین کم سن لارا کے لیئے اس کے سینہ میں درد پیدا ہو گیا۔ اور اس خیال سے زیادہ تقویت حاصل کی۔ کہ اس بے کس لڑکی کے خلاف نامعلوم کیا کیا منصوبے زیر تجویز ہوں گے۔ وہ اس کا مددگار بننا چاہتا تھا۔ مگر سوال یہ تھا۔ کہ اسے کیونکر مدد دی جائے۔ زاسگیسٹ کو جانتے ہوئے وہ بار بار اس سوال پر غور کرتا۔ مگر کوئی معقول جواب نہیں ملتا تھا۔

باب ۔ ۴۳

مسٹر سائیکامور کا انجام

اس اثنا میں بال ہوٹل میں کیا ہوا؟ سوا چھ بجے کے قریب ایک ویٹر دو شریف نوجوانوں کو مسٹر سائیکامور کے کمرہ میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔ اور صاحب موصوف نے ان کی صحیح دوستانہ پیرایہ میں تعظیم کی۔ ایک کی عمر ۲۲ سال کے قریب اور دوسرے کی اس سے بھی کچھ کم تھی۔ دونوں کو حال ہی میں بیشمار دولت ورثہ میں ملی تھی۔ دونوں ناتجربہ کار عیش پسند۔ رنگین مزاج اور مسرف تھے۔ اور ان کی بڑی سے بڑی آرزو یہ تھی۔ کہ لوگ ہر وقت ان کی شان و خوبی کی تعریف کریں۔ یہ خیال کبھو لے سے بھی ان کے دل میں پیدا نہ ہوتا تھا۔ کہ ہم اس شہرت و تعریف کو کتنا گراں خرید تے ہیں۔ ان میں باہمی رشتہ کچھ نہیں تھا۔ البتہ زمانہ تعلیم میں ایک ہی کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ تب کی دوستی نے بحر ہستی میں داخل ہونے کے موقعہ پر زیادہ تقویت حاصل کی۔ مسٹر سائیکامور کو وہ فیشن کا معیار۔ قابل تعریف و تقلید سمجھتے تھے۔ اور اس سے دوستانہ تعلقات ہونے پر انہیں اتنا فخر تھا۔ گویا وہ ان کے نزدیک دنیا کا بلند ترین امیر تھا۔

یہ وہ نوجوان تھے جنہیں مسٹر سائیکامور نے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ اور جن کی آمد پر ہوٹل کے آدمیوں کو فوراً دستر خوان بچھانے کا حکم دیا گیا۔ کھانا پروسا گیا۔ اور مسٹر سائیکامور با ہزاراں انداز تکلف۔ دونوں مہمانوں کو دائیں بائیں لئے کھانے کی میز پر تشریف فرما ہوئے۔ شوربہ اور مچھلی کے ابتدائی دور اطمینان سے طے ہوئے جس کے بعد سائیکامور کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ دونوں دوست سب سے بڑھ کر عمدہ شراب کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے تیسرے دور میں شمپین حاضر کی گئی جس کا ایک ایک گلاس ختم کرتے ہی ان نے نگر بڑے امیروں سے اخلاق۔ اور رنگین

دکھانی شروع کی، اور گفتگو میں بے تکلفی آنے لگی۔

"ان عورتوں کی تعریف کرتے ہو جو آجکل یہاں بھیری ہوئی ہیں؟" ایک نے اپنی انگلیوں کو عنبر بالوں میں پھیرتے ہوئے شان استغنا سے کہا۔ "سائکامور، مجھے تو ان میں ایک بھی کام کی نظر نہیں آئی۔"

"ساحل پر بھی؟" سائکامور نے پر معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کل جب تم کنارہ پر کھڑے ہوئے لذت دیدہ بوسی حاصل کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کامل تین گھنٹے دوربین کا شیشہ تمہاری آنکھ سے لگا رہا۔"

"یار تم بھی مکھی کی طرح ہزار آنکھیں رکھتے ہو۔" نوجوان نے اس خیال سے خوش ہو کر کہا۔ "کہ میری شوریدہ سری کا کچھ تو شہرہ ہو چلا ہے۔" "واقعی اس وقت میری نظر لیڈی ہیریٹ کے سینہ پر لگی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی شام کی پوشاک میں اس خوبی سے نظر نہیں آتا۔ گو تراش کی بھی ضرورت سے زیادہ نیچی رکھی گئی ہے۔"

"آہ۔ یہ بات تھی کیا!" سائکامور نے جلدی سے کہا "میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم سے اور لیڈی ہیریٹ سے ضرور کچھ ساز باز ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اس کا شوہر اس سے بہت تغافل کرتا ہے۔"

"ارے بھئی کیوں کسی کو بدنام کرتے ہو۔" نوجوان نے زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "فرض کرو میں ایک رات لیڈی ہیریٹ سے پانچ چھ بار شریک رقص ہوا۔ کھانے کی میز پر بھی اس کے پاس بیٹھا۔ اور دوسرے دن زین سواری میں بھی اس کے ساتھ رہا۔ تو آخر ان باتوں سے ثابت کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔ لوگ جو رائے چاہیں قائم کریں۔ ان کو اختیار ہے۔ بہر حال میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"مگر میں تم دونوں کی خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے تم بڑے رنگین مزاج اور وہ ہو۔" سائکامور نے حتی الامکان زوردار مصنوعی قہقہہ لگا کر کہا "بارہا خیال آتا ہے کہ کسی نے مجھ غریب کو تمہارے ساتھ دیکھ لیا۔ تو مفت میں بدنام ہونا پڑے گا۔ لوگ یہی کہیں گے کہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ . . . بڑھا نادر شاہین کی بوتل۔"

"مگر قصور معاف یہ خرابی انہی حضرت کی پیدا کی ہوئی ہے۔" اسی نوجوان نے جواب تک گفتگو کر رہا تھا۔ اپنے ساتھی کی طرف جو عمر میں اس سے چند ماہ بڑا تھا، اشارہ کر کے

ہوئے کہا۔ "پوچھیے تو اس حسین بیوہ سے جس کی دلفریب کبودی آنکھوں میں جادو ہے۔ ان دنوں کیسے نبھتی ہے؟"

دوسرے نوجوان نے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا مصنوعی قہقہہ لگایا۔ پھر امیرانہ انداز سے کہنے لگا "تم شاید سمجھتے ہو میں اس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے۔ تمہیں یہ راز معلوم ہو یا نہ ہو۔ مگر اس نازنین کو جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ میرے ارادوں کا اچھی طرح علم ہے ... ہاں یہ اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ وہ کوئی آزاد عورت ہے۔ مگر بالفرض کسی کو کسی سے محبت ہو۔ اور وہ اس سے خلوت میں ملنا پسند کرے۔ تو بتائیے اس میں کسی کا کیا ہرج ہے کیوں؟"

"کچھ نہیں۔" مسٹر ساسکامور نے انداز صداقت سے جواب دیا۔ "خیر اب معلوم ہو گیا۔ ان خفیہ ملاقاتوں کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اور حسین بیوہ سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں۔"

اس جگہ ہم ناظرین کی اطلاع کے لئے یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ حقیقت میں نہ لیڈی ہیربرٹ نہ وہ جوان بیوہ جس کا ذکر ہو رہا تھا۔ بدچلن تھی۔ وہ تو پاک عصمت۔ راست شعار۔ عورتیں تھیں۔ بدکرداری کجا۔ کبھی کسی کو ان کی پاکدامنی پر شک کا موقعہ بھی نہیں ملا تھا۔ مگر یہ بگڑے دل اوباش ان کی عفت و عصمت کا ذکر اس سرسری پیرایہ میں کر رہے تھے۔ گویا وہ کوئی عام فاحشہ عورتیں تھیں۔ لیکن یہ امر لاکھ معیوب ہو۔ باعث حیرت نہیں۔ کیونکہ فیشنیبل حلقہ میں اس قماش کے لوگ اکثر اپنے شہرہ کے خیال سے راسخ الایمان۔ شوہر پرست عورتوں پر اس طرح کے بہتان لگایا کرتے ہیں۔ وجہ یہ کہ اس طبقہ میں پرائی عورتوں سے ناجائز تعلق رکھنا موجب شرم نہیں۔ باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ ساسکامور ایک تجربہ کار اور زمانہ ساز آدمی کی حیثیت میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ دونو محض بکواس کر رہے ہیں۔ اور ان کے لاف وگذاف کی تہ میں رتی بھر سچائی نہیں ہے مگر وہ نہ صرف ان کے بیان کو تسلیم کرتا۔ بلکہ انہیں اس قسم کی دروغ بیانی جاری رکھنے پر برابر اکساتا جاتا تھا۔ اس غرض سے اس نے ان کی تعریف و توصیف میں بھی انتہائی مبالغہ سے کام لیا۔ یہاں تک کہ آخر میں کہہ دیا۔ "صاحب تم دونو کی آنکھوں میں ضرور کچھ سحر ہے اور میں تو ایمان سے کہتا ہوں کہ اگر میری کوئی بہن یا بی بی ہوتی۔ تو بخدا میں اسے راہب عورتوں کی خانقاہ میں رکھوا دیتا۔ پر تم سے میل جول نہ ہونے دیتا۔"

خود دماغ نوجوان اس طرح کی باتیں سن سن کر پھولے نہیں سماتے تھے۔ مگر اب جلدی ہی

ان کی گفتگو نے ایک اور پیرایہ اختیار کر لیا۔

چنانچہ وہ جس کی عمر بائیس سال کے قریب تھی کہنے لگا "یار میں تو اس منحوس سرزمین میں رہتے رہتے عاجز ہو گیا۔ اس لیے اب کہیں باہر جانے کا ارادہ ہے۔ یہاں کے حالات اتنے دیکھ لیے ہیں۔ کہ اب کوئی چیز نئی نہیں رہی... بڑھانا ذرا شامپین کی بوتل۔"

"بات تو تم نے میرے دل کی کہی ہے۔" دوسرے نے جو عمر میں اس سے ذرا چھوٹا تھا۔ کہا "فی الحال جام راحت سے پوری طرح جرعہ کش ہونے کے بعد آدمی کے لیے کسی بات میں دلکشی نہیں رہتی تمہیں کہو انگلستان کی کونسی حسین عورت ہے جس سے تعلقات نہیں رکھے۔ اور بیش قیمت شرابوں میں کونسا معرکہ ہے جس سے ذائقہ آشنائی نہیں؟ بتاؤ پھر طلب کس چیز کی ہو؟ مجھ سے پوچھو تو اب کوئی نئی چیز چاہتا ہوں۔ خواہ شب عشرت کے بعد خمار کا درد سر ہی کیوں نہ ہو۔"

آرے صاحب ایمان کی پوچھتے ہو۔ تو واقعی تم نے ذرا سی عمر میں دنیا خوب دیکھی ہے۔" سائکامور نے انداز توصیف سے سر ہلاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا "بخدا کیا شان امارت ہے۔ مگر حضرت دنیا میں رہ کر انسان اگر دنیا نہ دیکھے۔ تو اس کا جینا بھی فضول ہے۔"

"سچ ہے۔" وہ جس کی عمر نسبتاً چھوٹی تھی۔ بولا۔ "اور میرا تو ہمیشہ یہ قول رہا ہے کہ زندگی مستعار ہے۔ اس میں جب تک ممکن ہو۔ مزا کرنا چاہیئے۔"

"بس بس یہی میرا اپنا مقولہ ہے۔" دوسرے نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ "بڑھانا ذرا شامپین کی بوتل۔"

اس وقت ہوٹل کے ایک ویٹر نے کرہ میں داخل ہو کر آہستہ سے مسٹر سائکامور کے کان میں کہا۔ "ایک صاحب ذرا دیر کے لیئے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کام پوچھا تھا۔ کہنے لگے ایک جہاز کا سودا کرنا ہے۔"

"جہاز کا سودا! مجھ سے؟" مسٹر سائکامور نے سب کو سناتے ہوئے کہا۔ "نہیں کچھ غلطی لگی ہے۔ میں نے کسی سے اس طرح کا معاملہ نہیں کیا۔"

"مگر وہ کہتے ہیں ضرور ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" ویٹر نے بدستور دبی آواز میں سائکامور سے کہا۔ "خواہ آپ ایک ہی منٹ دیں مگر ان سے ضرور ملیں۔"

"آخر انہوں نے اپنا کچھ نام تو بتایا ہوگا۔" سائکامور نے آخری بیان سے قدرے مضطرب اور بے چین ہو کر گھبرائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

نام!... آہ یاد آگیا۔ کہتے تھے میرا نام مسٹر سمتھ ہے۔ اور میرے دوست کا مسٹر نوکس ہے"۔
کیونکہ ان کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہے۔"

"تو کیا دو آدمی ہیں؟" سائمکامور نے اور زیادہ پریشان ہو کر پوچھا۔ اور اس بیان نیز ان ناموں نے جو فرضی معلوم ہوتے تھے، بدنصیب شخص کے بدن میں لرزہ پیدا کر دیا۔

"مگر کتنے بھی ہوں۔" مسٹر سائیکامور کے کسن دوست نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ سائمکامور خدا کے لیے عیش منغص نہ کرو۔ نوکر سے کہہ کر کسی طرح اس بلا کو ٹالدو۔"

"کہنا مسٹر سائیکامور یہاں نہیں ہیں۔" دوسرے نے ویٹر کو حکم دیا۔

"اور نہ جائیں۔ تو زینہ پر سے دھکا دے کر گرا دینا۔" پہلے نے اس پر اضافہ کیا۔

"یا کھڑکی کی راہ سے باہر ڈھکیل دینا۔" دوسرے نے رائے دی

ویٹر فکر و تشویش کی حالت میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کے دل میں بھی کسی آنیوالی خرابی کا شبہ پیدا ہو چکا تھا۔ گو وہ یہی سمجھتا تھا۔ کہ مسٹر سمتھ اور مسٹر نوکس غالباً قارق کے آدمی ہیں۔ جو شاید قرقی کا پروانہ لے کر آئے ہیں۔ اس کا اُسے گمان تک نہ تھا کہ وہ کسی نہایت سنگین جرم کے بارہ میں کارروائی کرنے آرہے ہیں۔ ناچار مسٹر سائمکامور کی طرف منہ کر کے اس نے پوچھا۔ "فرمایئے ان سے کیا کہوں؟"

"شریف آدمی ہیں؟" سائمکامور نے جسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کوئی اس کی دریدوں میں کھولتا ہوا تیل داخل کر رہا ہے۔ پوچھا۔

"جی ہاں۔ معلوم تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔" ویٹر نے جواب دیا۔ گو قدرتی طور پر اس نے یہ راز محفوظ رکھا۔ کہ انہوں نے اس بیان کی تائید کے لئے نصف کراؤن کا سکہ چپ چاپ میرے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

"میرا خیال ہے۔ ان سے ملنا ہی پڑیگا۔" مسٹر سائمکامور نے کہا۔ اس کی پریشانی اب درجہ اذیت کو پہنچکر ایسی نمایاں ہو چکی تھی۔ کہ اس سے نہ صرف ویٹر کے شبہ کی تصدیق ہو گئی بلکہ عاشق تن نوجوانوں نے بھی آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔ پھر کچھ سوچکر اس نے دریافت کیا "مگر وہ اس وقت کہاں ہیں؟" یہ سوال اس نے اس نیت سے پوچھا تھا۔ کہ اگر وہ رستہ میں نہ ہوں تو میں ساتھ والے کمرہ کی راہ سے ٹوپی اوڑھ کر کسی طرف کو بھاگ جاؤں۔

"جناب یہیں دروازہ کے باہر کھڑے ہیں۔" ویٹر نے جواب دیا۔

فرار کی راہ بند پاکر مسٹر سائیکا مور کا چہرہ نین سکھ کی چادر کی طرح سپید ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بیان نے اس کے بدترین شبہات کی تصدیق کر دی۔ کہ مسٹر سمتھ اور لوگس نے کمرہ نشست میں انتظار کرنے کی بجا دروازہ کے باہر کھڑے ہونا پسند کیا ہے۔ مگر اس پریشانی اور اضطراب میں بھی اپنی زمانہ شناسی سے یہ بات محسوس کر کے کہ جو لوگ نام بدل کر خاص بہانہ سے مجھ تک آئے ہیں۔ وہ ضرور سب کارروائی چپ چاپ خفیہ طریق سے کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے مناسب سمجھا کہ اپنی کسی حرکت سے افشائے راز کا موقعہ نہ دینا چاہیئے۔

پس سارے پہلو سوچ کر اس نے ویٹر سے کہا "بہت اچھا ان سے کہہ دو۔ ابھی آتا ہوں"۔ اور پھر شدت خوف کی تخفیف اور حوصلہ کی ترقی کے خیال سے شامپین کا ایک بڑا گلاس پر کر کے پی لیا۔ مگر وہی شراب جو چند لمحے پیشتر حلق سے اتر کر آبحیات کا معجز نما اثر پیدا کر رہی تھی۔ اب اس طرح گلے میں رک گئی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ دلی اندیشے ایک مجسم وجود کی طرح اس کی راہ میں حائل ہیں۔

"یار سائیکا مور آخر کیا معاملہ ہے؟" کمسن نوجوان نے ویٹر کے چلے جانے پر پوچھا۔ "کچھ نقدی وغیرہ کا سوال ہو تو بندہ حاضر ہے۔ چند سو پونڈ تک جو چیز درکار ہو۔ پیش کی جا سکتی ہے"

"وقس علی ہذا" دوسرے نے کہا۔ "اور میرا تو ہمیشہ سے یہ قول رہا ہے۔ کہ اول دوست کا ساتھ کسی حال میں نہ چھوڑے۔ دوم کیسی ہی مشکلات ہوں ہمت نہ ہارے۔"

سائیکا مور نے بھیانک چہرہ پر وہی اگلا تبسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اس سے زیادہ اثر پیدا نہ کر سکا۔ جیسے کوئی جادوگر اکڑی ہوئی لاش میں خفیف سا شرارہ ہستی پیدا کرنے میں کامیاب ہو۔ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر الفاظ حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ اور وہ اس خیال سے جھٹ باہر نکل آیا۔ کہ مبادا وہ پر اسرار ملاقاتی شدت انتظار سے اکتا کر اندر ہی گھس آئیں۔ دروازہ کے عین پاس مسٹر سمتھ اور لوگس نکیرین کی طرح حاضر تھے۔ سائیکا مور کو دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر سائیکا مور اجازت ہو تو ہم تھوڑی دیر کے لئے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"آئیے۔ آئیے۔ یوں تشریف لائیے" مصیبت زدہ شخص نے گلوگیر لہجہ میں جلدی سے کہا۔ اور وہ دونو کو ساتھ لئے کمرہ نشست میں داخل ہوا۔ جس کا ایک دروازہ زینہ کی طرف کھلتا تھا۔ اور دوسرا اس کمرہ میں جہاں ذرا دیر پہلے تینوں دوست بیٹھے مزے سے کھانا کھا رہے تھے اس کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے دونو آدمی مسٹر سائیکا مور کے بالکل پاس رہتے رہتے

پہنچکر ایک نے جو بظاہر حق تکلم رکھتا تھا۔ پرمعنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "معاف فرمائیے کہ ہم ایک ناخوشگوار فرض ادا کرنے کو حاضر ہوئے ہیں۔ بہرحال اتنا آپ بھی تسلیم کرینگے کہ ہم نے اسے حتے الامکان نازکی سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ درحقیقت نہ میرا نام سمتھ ہے۔ اور نہ میرے دوست کا نوکس۔ اس لئے آپ کی اجازت سے میں اپنا اور اپنے ساتھی کا صحیح طور پر تعارف کراتا ہوں۔ میرا نام مسٹر آئزک شیڈ بولٹ ہے۔ اور میرے دوست کا مسٹر ولیم ووڈز اور ہم آپ کے ادنے خادم ہیں"

"آہستہ! خدا کے لئے آہستہ!" سائکامور نے دو نوکروں کے درمیانی دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بدحواسی سے کہا۔ اور اس کے بعد لکنت آمیز لہجہ میں کہنے لگا "فرمائیے۔۔۔ آپ کی۔۔۔ تعریف؟ اور کیا آپ لوگ۔۔۔ کسی قرضہ کے سلسلہ میں آئے ہیں؟"

"بدنصیب شخص کی موجودہ حالت سخت زار تھی۔ یہاں تک کہ اس بات کا یقین حاصل کرنے کے لئے کہ مجھے دیوانی جیلخانہ میں رکھا جائے گا۔ وہ سب کچھ دینے کو تیار تھا۔ مگر کوئی خفیہ آواز برابر کہہ رہی تھی۔ کہ معاملہ قرضہ سے متعلق نہیں۔ اس سے زیادہ سنگین ہے۔

"جناب ہم لوگ افسر ہیں۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں انتہادرجہ نازکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ ہم جتنی نرمی برتیں گے اتنا ہی زیادہ انعام پاسکیں گے" ہم لوگ افسر ہیں مگر شریف[۱] کے افسر نہیں۔ اگرچہ میرا دوست ووڈز غالباً چند سال پہلے اس محکمہ سے بھی تعلق رکھ چکا ہے۔ کیوں ووڈز۔ ایک زمانہ میں تم بلیف بھی تو رہے ہو؟"

"ہوگا!" اس کے ساتھی نے حسب معمول غرا کر کہا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا معاملہ استمالت کی حد سے بڑھا جاتا ہے" ایک زمانہ کا ذکر جانے دو۔ اب تو میں خفیہ پولیس کا افسر ہوں۔"

"دیکھئے جناب" مسٹر شیڈ بولٹ نے دوبارہ سائیکامور سے مخاطب ہو کر کہا "میرے دوست ووڈز کا مزاج بے شک ذرا تلخ ہے۔ مگر اس کے سوا وہ بالکل مرنجاں مرنج آدمی ہے۔ اور میں تو اتنا شریف ہوں کہ دوست کہا کرتے ہیں۔ تم ناحق اس محکمہ میں چلے آئے۔ معاف فرمائیے اپنے منہ میاں مٹھو بننا عیب ہے۔ مگر سچی بات منہ سے نکل ہی جاتی ہے۔ رہ گیا ہمارا فرض۔ تو بندہ نواز رنگیں مزاج رعیش پسند آدمی جیسے کہ آپ ہیں کبھی اتفاق سے مصیبت میں بھی پھنس جاتے ہیں۔ مگر فکر کی بات نہیں۔ ڈاکٹر ڈاڈ اور مسٹر فائنل رائے ایسے آدمیوں کی روشن مثالوں

---

[۱] شریف کے افسر سے مراد دیوانی پیادے سے لی جاتی ہے۔ چونکہ حسن کلام کے لئے دونوں جگہ لفظ افسر کا استعمال لازم تھا۔ اس لئے یہ ترجمہ بہتر سمجھا گیا ۱۲ (مترجم)

کو دیکھتے ہوئے اب ہر شخص سمجھنے لگا ہے کہ جعلسازی محض ایک کمزوری ہے جس کا اظہار ربا اوقات
فطرت انسانی سے ہو جاتا ہے۔"

اس دلکش اور فاضلانہ تقریر کے بعد جس میں مسٹر شیڈ بولٹ نے اشارتاً اقدام کی نوعیت بھی
ظاہر کر دی تھی۔ اس نے دوسری طرف منہ کر کے آہستہ آہستہ اس کی ایک بڑی سی چٹکی ناک میں ٹھونس
لی۔ اس وقت اس کی ضرورت تھی یا نہیں۔ ایک جدا سوال ہے۔ بہرحال حقیقت میں وہ اس
ذریعہ سے مسٹر سائیکامور کو رفع اضطراب کا موقع دینا چاہتا تھا۔

"پھر کیا مجھے آپ لوگوں کے ساتھ چلنا ہوگا؟" بدنصیب آدمی نے جس کا چہرہ لاش
کی طرح زرد اور بدن مریض تپ کی طرح کانپ رہا تھا۔ دریافت کیا۔

"اور نہیں کیا؟" مسٹر وورز نے غرا کر کہا۔ اس کے نزدیک اس قسم کا سوال پوچھنا
ہی فضول تھا۔

"وورز چپ رہو۔ تمہارے بولنے کی حاجت نہیں۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے جلدی سے
کہا۔ "جناب اصل بات یہ ہے کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم آپ کو ساتھ نہ لے جاتے خصوصاً اس لئے کہ آپ
اس وقت دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ مگر کیا کریں۔ شرف نیاز حاصل ہونے
کے بعد آپ سے جدا ہونا غیر ممکن ہے۔ بہرحال اطمینان فرمائیے۔ بات ہمیں تک رہے گی۔ اور کسی کو
اس کا کانوں کان علم نہ ہوگا۔ میری رائے میں۔" اس نے آواز دبا کر پراسرار لہجہ میں کہا "اگر
آپ پانچ پونڈ میرے دوست وورز کو دے دیں تو اسے ہتھکڑی نکالنے کی حاجت نہ ہوگی
اور وہ اس کے کوٹ کی جیب میں ہی رکھی رہے گی۔ اپنے متعلق میں کچھ عرض کرنا فضول سمجھتا
ہوں۔ اس لئے صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ یہ بندہ بھی اگر کسی انعام کے قابل سمجھا جائے۔ تو
اسے قبول کرنے سے انکار نہ ہوگا۔"

"کیوں مگر آپ لوگوں کو اس میں تو اعتراض نہیں کہ جو کچھ میرے پاس ہے۔ یا جو کچھ
میں اس وقت حاصل کر سکتا ہوں۔ وہ میرے ہی پاس رہنے دیا جائے؟" سائیکامور نے بتدریج
اپنی بدحواسی پر غالب آتے ہوئے پوچھا۔

"اطمینان فرمائیے۔ ہم آپ سے ویسا ہی سلوک کریں گے۔" مسٹر شیڈ بولٹ نے کہا "جیسا
ہم اپنے بھائی سے کرتے۔ اگر آپ کی بجا وہ ہوتا۔"

سائیکامور نے جیب سے بٹوہ نکال کر مسٹر وورز کو پانچ پونڈ پیش کئے۔ جس نے ازراہ

عثمان آپنے ترش چہرہ پر اس طرح کا تبسم نمودار ہونے دیا جیسے برسات کے ابر آلود آسمان پر غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی رخصتی شعاع کا اثر ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد بھی رقم مسٹر شیڈ بولٹ کو نذر کی گئی۔ جس پر اس نے یقینی لہجہ میں کہا کہ "آپ صحیح معنوں میں ایک شریف آدمی ہیں۔ اور آپ سے شریفوں کی طرح ہی سلوک ہونا چاہیئے۔"

"اچھا اب اجازت دیجئے کہ میں ذرا دیر کے لئے پاس والے کمرہ میں ہو آؤں۔" سائکامور نے جلدی سے کہا۔

"مگر شرط یہ ہے کہ اس کمرہ کا دروازہ باہر کی طرف نہ کھلتا ہو۔" وورز نے جواب دیا۔

"اطمینان رکھیئے۔ اس کا کوئی دروازہ باہر کی طرف نہیں کھلتا۔" سائکامور نے کہا "ایک دروازہ تو وہی ہے جو اس کمرہ میں کھلتا ہے۔ اور دوسرا ابھی آپ کو یہاں کھڑے ہوئے صاف نظر آتا ہے۔"

"مگر آپ وہاں جانا کیوں چاہتے ہیں؟" وورز نے ترشروئی سے پوچھا۔

"چپ وورز۔ یہ باتیں ہمارے پوچھنے کی نہیں۔" شیڈ بولٹ نے جلدی سے کہا "ٹھیرئیے جناب۔ ایک لمحہ ٹھیرئیے۔ میں عرض کرتا ہوں۔"

وہ اس دروازہ کی طرف جو دونوں کمروں میں حائل تھا۔ گیا۔ اور کنجی لگانے کے سوراخ سے آنکھ لگا کر یہ دیکھنے لگا۔ کہ پاس والے کمرہ میں کوئی اور دروازہ بھی ہے یا نہیں۔ مگر جس وقت اس نے اپنی آنکھ سوراخ کے ساتھ لگائی۔ تو دوسری جانب ایک اور آنکھ کو چمکتے ہوئے دیکھ کر جھجک گیا۔ اتنے میں وہ آدمی جو بند دروازہ کے دوسری جانب کھڑا ہو کر سوراخ کی راہ سے اس طرف کے حالات دیکھ رہا تھا پیچھے ہٹ گیا۔ اور اب جو مسٹر شیڈ بولٹ نے دوبارہ دیکھا تو معلوم ہوا۔ کوئی شریف صورت نوجوان ہے۔ جو ایک اور ہم عمر شخص کے پاس جو کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ چلا گیا۔

دروازہ سے ہٹ کر اس نے مسٹر سائکامور سے کہا "جناب مجھے نہایت افسوس سے اطلاع دینی پڑتی ہے۔ کہ آپ کے دوستوں نے چھپ کر سب حال دیکھ لیا۔ میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ کہ ایک آدمی سوراخ کے ساتھ آنکھ لگائے کھڑا تھا۔ اور آپ سمجھ سکتے ہیں جہاں آنکھ کی گنجائش ہو۔ وہاں کان کی ناممکن نہیں ہوسکتی۔"

سائکامور کے منہ سے رنج و یاس کا کلمہ نکلا۔ دراصل اس کا ارادہ نئے دوستوں کی اس

عنایت سے جو انہوں نے ذرا دیر پہلے مالی امداد پیش کرنے کے معاملہ میں کی تھی۔ فائدہ اُٹھانے کا تھا۔ اس نے پانسو کی ہنڈی کے لئے جعل کیا تھا۔ اور اب اس کا منشا ان سے یہ کہنے کا تھا کہ دیوالی کے پیادے پانسو پونڈ قرضہ کے لئے مجھے حراست میں لینے آئے ہیں۔ اگر آپ اس حد تک میری امداد کر سکیں تو داخل احسان ہوگا۔ اس ذریعہ سے وہ چلتے چلتے یہ رقم حاصل کرنے اور لندن پہنچ کر اگر ممکن ہو اس روپیہ کی مدد سے معاملہ کو دبانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا مگر اب یہ امید منقطع ہو گئی۔ مسٹر شیڈ بولٹ نے دوستوں کے چھپ کر سب حال دیکھنے کا ذکر کیا ہی تھا کہ نچلی منزل میں زور سے گھنٹی بجی۔ معلوم ہوا وہی نوجوان جو پاس کے کمرہ میں بیٹھے ہوئے اور ذرا دیر پہلے مسٹر سائیکامور سے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے ویٹر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا رہے ہیں۔ نوکر آواز سن کر فوراً حاضر ہوا۔ کیونکہ وہ بھی حقیقت میں دوسرے کمرہ کے دروازہ سے لگا ہوا سب حال دیکھ رہا تھا۔

نوجوان نے اسے ٹوپیاں لانے کا حکم دیا۔ جس کے بعد چند بے جوڑ فقرے سائیکامور کے کانوں تک پہنچے۔ جن میں الفاظ ٹھگ۔ جعلساز۔ بدمعاش۔ پاجی وغیرہ کا حصہ غالب تھا

"افسوس! سب راز فاش ہوگیا!" بدنصیب آدمی نے کھڑکی کی طرف منہ کرکے کراہتے ہوئے کہا۔

اتنے میں ویٹر ٹوپیاں لیے اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں مسٹر سائیکامور افسران پولیس کے پاس کھڑا تھا۔ دونو دوست کھانا کھانے کے کمرہ میں جاتے ہوئے اسی کمرہ نشست میں ٹوپیاں چھوڑ گئے تھے۔ نوکر نے ٹوپیاں اُٹھالیں۔ پھر مسٹر سائیکامور کے پس پشت کھڑے ہوکر پہلے اشاروں سے غصہ کا اظہار کیا۔ پھر افسروں کو جتلایا کہ مجھے سب حال معلوم ہوگیا ہے۔ اور میں نے مسٹر سائیکامور کی اتنے دنوں جو بلا معاوضہ خدمت کی ہے۔ اس کے بدلے اس بدمعاش کو سہلانے کی اجازت مل جائے تو خوب ہو۔ نقل ختم کرکے اس نے تلخ لہجہ میں سائیکامور سے کہا "کیا آپ نے بلایا تھا؟"

"میں نے؟ نہیں!" اس بدنصیب نے جو حالت یاس میں گردن جھکائے کھڑا تھا۔ چونک کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو اچھا جو میں کہتا ہوں۔ مت کان کھول کر سنئے۔" ویٹر نے کہا۔ پھر خاصی اونچی آواز میں کہنے لگا "میں پوچھتا ہوں آخر ایسے بدمعاش ٹھگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ شرفا کے ہوٹل

میں امیرانہ ٹھاٹ سے رہیں۔ بادشاہوں کی طرح حکم جاری کریں۔ جو ملے اس کو ٹھگ کر اپنے کیسے پر کرتے رہیں۔ اور غریب نوکروں کو جو صبح شام خدمت کرتے کرتے ہلکان ہو جائیں۔ کوڑی تک نہ دیں۔ واہ۔ کیا زندگی ہے! شرم تو نہ آتی ہوگی۔ کہ لوگ میرا حال سن کر کیا کہیں گے۔ بلکہ شاید تمہیں اس بات کا فخر ہو۔ کہ مقامی اخبارات اپنی فیشنبل خبروں میں لکھیں گے۔ "آنریبل ٹالبٹ سائکامور گذشتہ بدھ کو ہاسگیٹ کے رائل ہوٹل سے چل کر اپنے شہری مکان واقع نیوگیٹ[۱] میں تشریف لے گئے" مر نہ گئے "آنریبل"! اور اس کے بعد اظہار غضب کی کوئی اور صورت نہ دیکھ کر اس نے سپیہ جھاڑن جو ہاتھ میں تھا۔ زور سے فرش زمین پر دے مارا۔

اس طرح دل کا جوش نکال کر اس نے ٹوپیاں اٹھالیں۔ اور اکڑتا ہوا کمرہ سے چلا گیا جاتے وقت اس نے دروازہ بھی بند نہیں کیا۔

"خدا کے لئے مجھے یہاں سے جلدی لے چلو۔" سائکامور نے افسران پولیس سے التجا کی۔ "ورنہ سارا ہوٹل میرے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔"

ناظرین اس شخص کی بے کسی ملاحظہ کریں جسے کل تک فن مکر و فریب میں بیسیوں داؤ یاد تھے۔ سو پیچ رواں اور سیکڑوں گھاتیں معلوم تھیں۔

"آپ کے ساتھ ایک نوکر بھی تو تھا؟" مسٹر شیڈبوٹ نے پوچھا۔

"جہنم میں گیا نوکر۔" سائکامور نے جلدی سے جواب دیا۔ "جسے غرض ہوگی اپنی فکر آپ کر لے گا۔"

چونکہ ویٹر اب تک دوسرے کمرہ میں مسٹر سائکامور کے دوستوں کے سامنے اس بارہ میں ایک پر مغز تقریر کر رہا تھا۔ کہ سب بدمعاشوں کو عموماً اور سائکامور ایسے جعلسازوں کو خصوصاً درجہ اول کے ہوٹلوں میں قیام کی ہرگز اجازت نہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے ہمارا بدنصیب دوست افسروں کی ہمراہی میں ہوٹل سے رخصت ہوا۔ تو ابھی گرفتاری کی خبر مشتہر نہ ہوئی تھی۔ بازار میں جمیز یعنی مسٹر سائکامور کا فیشنبل نوکر ملا۔ جس نے فوراً بھانپ لیا کہ آج ضرور کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے۔ سائکامور نے اس کو اشاروں میں سب حال سے آگاہ کر دیا۔ جس کے بعد اس نے اپنی سلامتی فرار میں دیکھی۔ کیونکہ ہوٹل میں جاتا تو ضرور اسے بھی اعانت کے الزام میں حوالہ پولیس کر دیا جاتا۔ اس آڑے وقت میں اس نے سائکامور کے ساتھ لندن جانا بھی

---

[۱] نیوگیٹ لندن کے مشہور فوجداری جیل خانہ کا نام ہے۔ ہاسگیٹ اور نیوگیٹ کی یکجائی کا لطف ظاہر ہے۔ ۱۲ مترجم

ضروری نہیں سمجھا۔ اس لئے جیسا اس کے آقا نے کہا تھا۔ اس نے اپنے لئے خود ہی فکر کر کے جو مناسب سمجھا۔ کیا۔

مسٹر سائکامور کو افسران پولیس کے ساتھ رخصت ہوئے پانچ ہی منٹ گذرے تھے اور ویٹر ابھی اس واقعہ کا حال محاسب عورت اور باقی نوکروں سے بیان کر رہی تھا۔ کہ تار گھر کا چپراسی تار لے کر حاضر ہوا۔ لفافہ کھول کر دیکھا تو مضمون مختصر تھا۔ یعنی "سائکامور اور اس کے نوکر کو حوالہ پولیس کر دو۔ مسٹر ایسٹن بے قصور ہے۔ اس لئے اس سے کچھ نہ کہنا۔ میں اگلی ٹرین پر آتا ہوں۔"

تار ہوٹل کے مالک کا بھیجا ہوا تھا۔ جو مسٹر سائکامور کی نسبت تحقیقات کے لئے لندن گیا تھا اس تحقیقات کا خلاصہ تار سے ظاہر تھا۔ مگر اس کی اطلاع بعد از وقت تھی۔ کیونکہ انصاف کے آہنی ہاتھ نے ملزموں میں سے ایک کو پہلے ہی پکڑ لیا۔ اور دوسرا فرار ہو چکا تھا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کرسچن ایشٹن ہوٹل میں آیا۔ تو اسے سب حال سے آگاہ کیا گیا اور اس نے تار کا مضمون بھی دیکھا۔ جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اسے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میری آبرو پر حرف نہیں آیا۔ اب اس نے سب کے سامنے وہ حالات بیان کئے۔ جن کے باعث اس نے اسی صبح سائکامور کی ملازمت ترک کی تھی۔ اور وہ گفتگو بھی سنائی جو ایک قہوہ خانہ میں مسٹر شیڈ بولٹ اور وررز کے درمیان سائکامور کی گرفتاری کے بارہ میں ہوئی تھی۔ اب محاسب عورت کو بھی معلوم ہوا کہ کس لئے اس نے اپنا بل علیحدہ تیار کرنے کو کہا تھا۔ بہرحال اس واقعہ بنیز بل کا روپیہ فوراً ادا ہونے سے سب لوگوں کے دلوں میں بہت جلد کرسچن کے لئے ویسے ہی اچھے خیالات جاگزین ہو گئے۔ جیسے ہوٹل کے مالک نے تار میں ظاہر کئے تھے۔

باب - ۹۴

وررز ہوس

دن بھر کے ہنگامہ خیز واقعات کے بعد کرسچن ایشٹن رات کو آرام کرنے خوابگاہ میں داخل ہوا۔ تو اس کے خیالات بہت دیر تک ان حالات۔ خصوصاً اس پر اسرار واقعہ پر جو اس نے سٹون

سیوارڈ کے مکان کے پاس دیکھا تھا گئے ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ کرسچن کو ماہ طلعت اسابیلا ولسنٹ سے سچی اور دائمی محبت تھی۔ پس اب جو اس کے خیالات حسین و مصیبت زدہ لارا کی طرف گئے۔ تو ان کی تہ میں حقیقی رحم و ہمدردی کے سوا کوئی اور تحریک بالکل نہ تھی۔ جتنا زیادہ اس نے اس واقعہ پر غور کیا۔ اتنا ہی بدنصیب لارا کے لئے اس کے جذبات رحم نے ترقی کی۔ سرجسان سیوارڈ کے متعلق جس قدر حالات اس کو معلوم ہوئے۔ وہ بڑی حد تک باعث تشویش تھے۔ پھر ان کی تصدیق بڈھے اوباش کی اس حریصانہ نظر سے جو اس نے معصوم لارا پر ڈال رکھی تھی۔ ان باتوں کے علاوہ کرسچن کو غور کرنے سے مسز آگسٹن کی صورت بھی غیر مطبوع نظر آنے لگی تھی۔ اس میں شک نہیں عورت شکیل تھی۔ مگر ساتھ ہی اس کے چہرہ پر جس عزم و استقلال کا اظہار ہوتا تھا۔ اس سے یہ جاننا مشکل نہ تھا۔ کہ وہ جس کام کو ہاتھ میں لے۔ وہ برا بھی ہو تو اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت رکھتی ہے۔ اس کی سیاہ موٹی بھووں اور تیز روشن آنکھوں سے جذبات بہیمیہ کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس کے مصفا چہرہ پر شہوانی اثرات پائے جاتے تھے۔ اس کا حسن جانسوز دیکھنے والے کے سینہ میں سچی محبت کی بجائے تیز نگر اسفل ولولہ پیدا کرتا تھا۔ اور اپنے طور و اطوار سے وہ خود بھی اسی قابل نظر آتی تھی۔ بہت دیر غور کرنے کے بعد کرسچن آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اس عمر رسیدہ اوباش مرد اور اس مستقل مزاج ذی حوصلہ عورت کے درمیان غریب لارا کی حالت اس بکری کے بچہ کی طرح ہے۔ جو دو بھیڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ہو۔

ناظرین کو اب تک کرسچن کے حالات جاننے کا جس قدر موقعہ ملا ہے۔ اس سے انہوں نے بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ اس میں شجاعت و فیاضی کا مادہ بدرجہ اتم تھا۔ کہتے ہیں مصیبت دانائی کی سب سے زبردست معلم ہے۔ شاید یہی وجہ تھی۔ کہ اس وقت کے بعد جب وہ اپنی بہن کے ساتھ مسز میکالے کے مکان پر رہا کرتا تھا۔ دنیاوی نشیب و فراز کی نسبت اس کے معلومات بہت ترقی کر چکے تھے۔ اس چھوٹی عمر میں ہی وہ کئی طرح کی سیاہ کاریاں دیکھ چکا تھا اور اب اس کے دل میں یہ شوق طبعاً جاگزین ہو گیا تھا۔ کہ نیکوں کو بدوں کی ستم کاریوں سے بچانے کی کوشش کرنا ہر خدا ترس انسان کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ وہ مسٹر ریڈکلف کی خوبیوں کا مداح تھا۔ اور اس کی تقلید باعث فخر سمجھتا تھا۔ ان حالات میں یہ امر باعث حیرت نہیں کہ اس رات وہ بہت دیر تک بستر پر لیٹا ہوا ان واقعات پہ غور کرتا رہا۔ جو اس نے درزی ہوس

کے نواحات میں دیکھے گئے۔ اور انجام کار اس نتیجہ پر پہنچ کر کہ لاما کو میری امداد کی ضرورت ہے عرصہ دراز تک یہ سوچتا رہا۔ کہ اس تک رسائی کیسے ہو؟ بڑی کوشش کے باوجود وہ اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن تجویز قائم نہ کرسکا۔ اور آخر اسی ادھیڑبن میں آنکھ لگ گئی۔ صبح کو بیدار ہوتے ہی اس نے پھر اس بارہ میں کئی طرح تجویزیں سوچنی شروع کیں۔ اور اس مسئلہ پر بھی غور و فکر شروع کی کہ جب تک مجھے لاما کی مدد کے لئے رامسگیٹ میں ٹھیرنا ہے۔ ہوٹل کی سکونت ترک کر کے کسی ارزاں مکان میں جا رہوں۔ یا کل تک ہوٹل ہی میں رہ کر واقعات کا انتظار کروں۔ ابھی کوئی فیصلہ کن رائے قائم نہیں کرسکا تھا۔ کہ نچلی منزل پر ہوٹل کے مالک سے ملاقات ہوئی۔ جو اسے اپنے کمرہ نشست میں لے گیا۔ اور کہنے لگا۔

"مسٹر اشپٹن کل رات میں بہت دیر سے واپس آیا تھا۔ اس لئے آتے ہی آپ سے نہ مل سکا بہرحال آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے تار میں آپ کو ہر طرح بری الذمہ قرار دے دیا تھا۔ لندن پہنچ کر میں نے سب سے پہلے ان ساہوکاروں سے ملاقات کی۔ جن کی نسبت بدمعاش سائکامور کہا کرتا تھا۔ کہ ان کے ہاں میرا بے شمار روپیہ جمع ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ بیان سراسر غلط تھا۔ اور ان ساہوکاروں کے پاس اس کے حساب میں جھنجھی کوڑی تک جمع نہ تھی۔ وہاں سے چلکر میں پکاڈلی کے ہوٹل میں گیا۔ جہاں سے آپکے اس بیان کی تصدیق ہوئی۔ کہ مسٹر سائکامور سے آپ کا تعلق صرف چند دن پیشتر بعض خاص حالات میں ہوا تھا۔ اور آپ اس کی حقیقت سے بے خبر تھے۔ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپ واقعی کوئی شریف آدمی ہیں۔ اور مجھے یہ جان کر سخت رنج ہوا ہے۔ کہ اس جگہ کی سکونت کے متعلق آپ کو اپنے اخراجات خود ادا کرنے پڑے۔ حالانکہ خیال یہ تھا کہ وہ آپ کے آقا کی طرف سے ادا ہوں گے۔ خیر اب آپ کا روپیہ واپس کرنا تو بدتہذیب ہوگا۔ اس لئے میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر ایک درخواست ضرور کرنا چاہتا ہوں جسے امید ہے کہ آپ منظور کریں گے اور وہ یہ ہے کہ آپ جتنا عرصہ رامسگیٹ میں ٹھیریں۔ میرے مہمان رہیں۔ غالباً آپ کو واپسی کی جلدی تو نہیں ہے؟"

"نہیں" کرسچن نے جواب دیا۔ "بخلاف ازیں میرا ایک ضروری کام کے لئے چند دن اور یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔ اس لئے جس فیاضی سے آپ نے مجھے دعوت مہمانی دی ہے۔ اسی صدق دلی سے میں اسے قبول کرتا ہوں۔"

"بس تو آپ کے لئے کافی روم حاضر ہے۔ اسے اپنا گھر سمجھیئے۔" ہوٹل کے مالک نے جواب دیا "میں نوکروں کو حکم دے دونگا۔ اور آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔ بدمعاش

سائیکامور کی وجہ سے میرا نقصان تو بہت ہوا ہے۔ بہر حال یہ امر باعث اطمینان ہے۔ کہ وہ عنقریب عبرت ناک سزا پائے گا۔ یہاں رہتے ہوئے اس نے شہر کے تاجروں سے بہت سامان دھوکے سے حاصل کر لیا تھا۔ جو خوش قسمتی سے اس کے بکسوں میں بند کا بند پڑا ہے۔ یہ سب ان لوگوں کو واپس بھیجدیا جائے گا۔"

"پھر بھی آپ کے نقصان کی تلافی غیر ممکن ہے۔" کرسچن نے کہا۔

ہوٹل کے مالک نے لاپروائی سے شانوں کو حرکت دی۔ اور کہنے لگا۔ "کاروبار میں نفع و نقصان دونوہی صورتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے انسان کو ہمیشہ ان کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

کرسچن کافی روم میں داخل ہوا۔ تو اس کے لئے نہایت عمدہ کھانا حاضر کیا گیا۔ اور نوکروں نے اس تن دہی سے خدمت کی۔ کہ بہترین گاہک کو بمشکل حاصل ہوتی۔ اس وقت وہاں کئی آدمی صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ مگر ان میں سے ایک جس پر کرسچن کی نظر خاص طور پر جمی وہ قریباً تئیس سال عمر کا ایک نوجوان تھا۔ قد لمبا۔ خط وخال موزوں۔ اور گو دیکھنے میں بہت شکیل نہ تھا تاہم چہرہ سے مردانہ صدق وصفا کے اثرات ظاہر تھے۔ کرسچن نے معلوم کیا کہ وہ بہت بے چین اور مضطرب تھا۔ کبھی دیر تک افسردہ و مایوس چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ پھر اس کے بعد دفعتاً اس طرح چونکتا۔ گویا کسی خاص واقعہ کی یاد نے درد اذیت کو تیز کر دیا ہے۔ اس کا لباس عمدہ۔ صورت شریفانہ۔ اور لہجہ اور انداز کلام مہذب تھا۔ یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ کہ کرسچن نے اسے ہوٹل میں دیکھا۔ اور بعض الفاظ سے جو اس نے ویٹر سے کہے تھے۔ کرسچن نے معلوم کیا کہ وہ کل شام ہی یہاں وارد ہوا ہے۔

کھانا کھا کر کرسچن سیر کے لئے نکلا۔ مگر لاعلمی میں قدم بے اختیار ورنز ہوس کی طرف چلنے لگے جس کی نسبت بیشتر بیان کیا گیا ہے۔ کہ ہسگیٹ سے تقریباً تین میل فاصلہ پر تھا۔ کھیتوں سے گذر کر وہ اس مقام پر پہنچا۔ جہاں سے یہ مکان نظر آتا تھا۔ مگر اب یکایک یہ سوچکر رک گیا۔ کہ آخر میں اس غریب عورت کی امداد کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

وہ جانتا تھا۔ کہ اگر کسی نے مجھ کو مکان کے پاس پھرتے دیکھ لیا۔ تو ضرور شک کریگا مسز اکسنڈن پہلے روز ہی میرے عمل سے خفا ہو گئی تھی۔ اس لئے اب اگر گھر والوں کو شک ہوا کہ میں لارا کو مدد دینے آیا ہوں۔ تو وہ اس غریب پر اور زیادہ سختی سے نگرانی کریں گے۔ کم از کم یہ خیال تھا۔ جو کرسچن کے دل میں پیدا ہوا۔ کیونکہ اس نے جو حالات کل دیکھے تھے۔ ان کی بنا پر

وہ یہی سمجھتا تھا کہ لارا کو ڈرا دھمکا کر زبردستی اس مکان میں رکھا جاتا ہے۔

دیر تک سوچنے کے بعد اس نے آخری فیصلہ یہ کیا کہ اگر بہت نہیں تو مکان کے نواحی میدان کا معائنہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر اتفاقاً لارا سے ملاقات ہو جائے تو میں اس کی حالت خود اسی کی زبانی معلوم کرسکوں۔ اور یہ بھی پوچھوں۔ کہ میں کسی طرح تمہاری مدد کرسکتا ہوں یا نہیں۔ مگر اس کام میں انتہائی احتیاط کی ضرورت تھی۔ کہ ایسا نہ ہو کوئی آدمی مکان کی کھڑکی سے ادھر ادھر پھرتا دیکھ لے۔ اور شک کرے۔ یہ کام بہت دشوار نہ تھا کیونکہ عقبی باغیچے کے گرد بلند دیوار اور سامنے جو لالہ زار تھا۔ اس کے چاروں طرف آہنی باڑ تھی۔ اسی طرح مرغزار اور رستے بھی گنجان جھاڑیوں سے محصور تھے۔ کرسچین ایک اونچے درخت پر چڑھ گیا۔ اور وہاں سے ورسٹر ہوس کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دیکھا مکان کے پچھلی طرف کئی وسیع اصطبل۔ ایک خانہ باغ۔ اور نازک پودوں کے لئے شیشے کے مکانات بنے ہوئے تھے۔ پرے مرغزار میں گھوڑے چر رہے تھے۔ اور بے شمار نوکروں کے ادھر ادھر پھرنے سے سر جان سیفوارڈ کی غیر معمولی دولت و ثروت کا اظہار ہوتا تھا۔ یہی بات کنزرکیوں میں لگے ہوئے قیمتی پودوں سے ثابت ہوتی تھی۔ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اور کرسچین اس درخت کے گنجان پتوں میں چھپا ہوا چپ چاپ بیٹھا رہا چونکہ کوئی اور مصروفیت نہ تھی۔ اس لئے وہ غیر معین عرصہ تک واقعات کا انتظار کرسکتا تھا۔

اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ سر جان سیفوارڈ مسز آکسٹن کو ساتھ لئے ایک روش پر آہستہ آہستہ ٹہلتے آرہے ہیں۔ دونوں محو گفتگو تھے۔ عمر رسیدہ بیرونٹ نے اس موقعہ پر بھی کل کی طرح ڈرسنگ گون۔ ٹوپی اور سلیپر پہن رکھے تھے۔ اور مسز آکسٹن ململ کے سپید لباس میں ملبوس تھی جس کے اندر سے اس کے خوشنما اور دلفریب اعضا کی موزونیت صاف طور پر نظر آتی تھی۔ پرزاغ کے سے سیاہ بالوں کو ارادی تغافل سے دلارے شانوں پر کھلے چھوڑ دیا گیا تھا اور اسکی درازی قامت۔ خرام وقار اور ان زوردار اشاروں سے جو گفتگو کی اہمیت ظاہر کرتے تھے۔ شاہانہ رعب و سطوت کا اظہار ہوتا تھا۔ کرسچین اتنے فاصلہ سے ان کی گفتگو کا کوئی حصہ نہ سن سکا۔ نہ اسے ان کی آوازیں سنائی دیں۔ بہرحال اشاروں اور فریقین کے انداز تکلم سے اس نے معلوم کیا کہ کوئی مسئلہ خاص زیر بحث ہے۔ اپنے خیالات کے زیر اثر اس نے اس واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہی تھا کہ گفتگو غریب لارا کے متعلق ہے۔ اور ہو نہ ہو اس کے خلاف کچھ خوفناک تجاویز سوچی جا رہی ہیں۔

ہیرونٹ اور مسز اکسنڈن کی یہ چہل قدمی اور گفتگو قریباً نصف گھنٹہ جاری رہی۔ جس کے بعد آخر الذکر بڈھے رئیس کو وہیں چھوڑ کر مکان میں واپس چلی گئی۔ عورت کی عدم حاضری میں سرجان تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس طرح دونو ہاتھوں کو ملنے لگتا تھا۔ گویا کسی بات کو سوچ کر خوش ہو رہا ہے۔ آخر کوئی ۲۰ منٹ کے بعد دو عورتیں مکان سے نکلیں۔ ایک کو کرسچن نے فوراً پہچان لیا کہ لارا ہے۔ مگر دوسری عورت جو اس کے ساتھ تھی مسز اکسنڈن نہیں۔ بلکہ ایک مکروہ عورت۔ سیاہ فام حبشن نکلی جس کی کالی رنگت۔ موٹے ہونٹ اور کھردرے اُلجھے ہوئے بال اس نازنین کے جمال جہاں آرا کے مقابلہ میں عجیب امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ لارا نے صبح کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور سر پر ٹوپی اوڑھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ سیر کرنے نکلی ہے۔ یا ممکن ہے محض دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے اسے پہن رکھا ہو۔ کیونکہ دوپہر کا وقت اور آفتاب پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ مگر جیسے ہی اسکی نظر سرجان سٹیوارڈ پر پڑی۔ وہ جھجک کر ٹھہر گئی۔ کرسچن نے دیکھا۔ اس موقعہ پر ہیبت ناک حبشی عورت نے اپنا بازو اس کی کمر میں ڈال کر آگے کی طرف کھینچا۔ اور بظاہر کلمات تہدید کہنا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر کرسچن کو اتنا غصہ آیا۔ کہ قریب تھا درخت سے کود کر۔ باغ کی دیوار پھاندتا ہوا دوڑ کر لارا کو مدد دے مگر فوراً خیال آیا کہ ایسا کرنا حماقت اور ناعاقبت اندیشی میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اس سے نہ صرف لارا کو کسی طرح کی مدد نہ دی جا سکے گی۔ بلکہ ممکن ہے مداخلت بے جا کے الزام میں حراست کی نوبت آئے۔ پھر بھی اسے ضبط سے کام لینے اور درخت کے گنجان پتوں میں چھپے رہنے کے لیے سعی عظیم سے کام لینا پڑا۔

حبشی عورت کی دست درازی اور درشت کلامی سے حسین لارا اتنی مرعوب اور خوف زدہ ہوئی کہ کم و بیش بے خبری کی حالت میں اس کے ساتھ اس مقام کی طرف چلنے لگی۔ جدھر عمر رسیدہ بیرونٹ معمولی لنگڑی چال چلتا ہوا آ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے لارا سے چند الفاظ کہے جنہیں سن کر اس نے برنج و نفرت کے ساتھ دوسری جانب منہ پھیر لیا۔ اس اثنا میں سرجان کی تقریر کا سلسلہ جاری تھا۔ نازنین نے آہستہ آہستہ پھر اسکی طرف نظر ڈالی۔ اور اب اس کی گفتگو کو نسبتاً زیادہ توجہ سے سننے لگی۔ حتے اکہ کرسچن نے بڈھے رئیس کو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر باتیں کرتے دیکھا۔ وہ پنجہ نگارین تھوڑی دیر سرجان کے جھری دار ہاتھ میں رہا لارا کی توجہ نے بتدریج ترقی کی۔ اور گو کرسچن اتنے فاصلہ سے اس کے چہرہ کا اندازہ صحیح

طور پر معلوم نہ کر سکتا تھا۔ تاہم جو کچھ اسے نظر آیا۔ اس سے اس نے اندازہ کیا کہ اس کی سنجیدگی اپنے اندر درد و مجبوری کا اثر رکھتی ہے۔ یکایک سر جان سٹیوارڈ کی بے تکلفی اور بڑھی۔ اور اس نے اپنا لمکروہ بازو لارا کے پیکر آتشین کے گرد ڈال دیا۔ وہ تھوڑی دیر قصداً یا سہواً چپ رہی۔ اس کے بعد یکایک ہیرونٹ کا بازو جھٹک کر پرے ہٹ گئی۔ اس پر حبشی عورت نے پر زور اشارے شروع کیے۔ مگر ہیرونٹ نے اسے روکا۔ اور غالباً لارا سے تملق و نرمی کا برتاؤ شروع کیا۔ صحیح حالات کا علم تو غیر ممکن تھا۔ بہر حال کرسچن نے اشاروں سے جو کچھ سمجھا وہ یہی تھا۔ مگر حقیقت حال کچھ بھی ہو یکایک لارا نے دونو ہاتھ جوڑ کر ہیرونٹ سے منت کچھ کہا۔ بڈھے نے مختصر سا جواب دیا۔ اور اس کے بعد ایک طرف کو چلنے لگا۔ حبشی عورت لارا کو ساتھ لئے مکان میں واپس چلی گئی۔

چند منٹ گذرے تھے کہ مسز آکسنڈن پھر باہر نکلی اور سر جان سٹیوارڈ کے پاس آ گئی دونو تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے۔ اتنے میں ایک وردی پوش نوکر ان کی طرف آتا نظر آیا۔ اس نے کچھ پیغام دیا۔ معلوم نہیں کیا کہا۔ بہر حال فوراً واپس چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک مرد سیاہ پوش کو ساتھ لیکر واپس ہوا۔ جو بظاہر کوئی پادری تھا۔ کرسچن نے زیادہ غور و تعمق سے دیکھا۔ تو اس کے لباس کی بعض باتوں سے معلوم ہوا کیتھولک عقیدہ کا آدمی ہے۔ پادری کو وہاں چھوڑ کر نوکر واپس چلا گیا۔ اور یہ شخص کوئی دس منٹ سر جان سٹیوارڈ اور مسز آکسنڈن سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد تینوں آہستہ آہستہ چلتے مکان کی طرف روانہ ہوئے اور کرسچن کے دیکھتے دیکھتے اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے جانے پر بھی کرسچن بدستور درخت پر بیٹھا رہا۔ مگر جب آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ تو ناچار درخت سے اتر آیا۔

اس وقت سہ پہر کے ۲ بجے تھے۔ اور وہ نہیں جانتا تھا کہ اب ہیسگیٹ کو واپس جاؤں یا اسی جگہ رہ کر و رنر ہوس کے مزید حالات جس قدر بھی معلوم ہو سکیں۔ جاننے کی کوشش کروں۔ آخری ترغیب غالب تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال بھی لگا ہوا تھا کہ اگر مکینوں میں سے کسی نے مجھے آس پاس پھرتے دیکھ لیا۔ تو لارا کی امداد ایک طرف۔ الٹا اسے زیادہ تکلیف اور پابندی کا سامنا ہو گا۔ پادری کو دیکھنے کے بعد اس کے اندیشوں میں ایک حد تک

تخفیف ہو گئی تھی ۔ یعنی اب کسی بے جا جبر و تشدد کا گمان باقی نہ تھا ۔ بلکہ خیال یہ تھا کہ بعض لوگ
لارا کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کر رہے ہیں ۔ ورنہ پادری صاحب کی موجودگی کے
معنی اور کیا ہو سکتے تھے ؟ یہ سوچکر اس نے رمسگیٹ کی طرف واپس جانا ہی قرین مصلحت سمجھا
اور ارادہ کر لیا کہ ہوٹل میں چل کر اس کے مالک کو سارے حالات سے خبردار کر کے اسکی امداد
حاصل کرنے کی کوشش کروں گا ۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال رہ رہ کر پیدا ہوتا تھا کہ ہوٹل کے مالک
کو شریک راز بنانے سے حاصل کچھ نہ ہوگا ۔ اول اس لئے کہ وہ اپنے کاموں میں اتنا مصروف
ہے کہ اس قسم کی بے فائدہ دردسری مول لینا پسند نہ کرے گا ۔ دوسرے اس لئے بھی کہ سر
جان سٹیوارڈ ایک مالدار مہاپرش ہے جس کی خصومت سے زیادہ اس کی رضا جوئی اس کو
منظور ہوگی ۔ ایک بار اس نے سوچا کہ سب حال کسی مجسٹریٹ کے روبرو بیان کر دینا چاہیئے
مگر پھر خیال آیا کہ کسی ثبوت یا شہادت کے بغیر کوئی مجسٹریٹ بھی کیا کر سکتا ہے ۔ غرض یہ اور
اسی قسم کے بے شمار خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے ۔ اور گو وہ اس کام کو جسے اس نے اپنی
مرضی سے اپنے ذمہ لیا تھا ۔ پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم بالجزم کر چکا تھا ۔ تاہم اس ادھیڑبن
میں وہ اس کا فیصلہ بالکل نہ کر سکا ۔ کہ مجھے اس بارہ میں عملی کارروائی کیا کرنی چاہیئے ۔

رمسگیٹ پہنچ کر وہ ہوٹل کی طرف جا رہا تھا ۔ کہ بازار میں چند بازی گروں کو تماشہ کرتے
دیکھ کر ٹھیر گیا ۔ تین چار آدمی عجیب قسم کا لباس پہنے اونچی لکڑیوں پر جنہیں کسی بہتر نام کی عدم موجودگی
میں بیساکھیاں کہا جا سکتا ہے ۔ چڑھے ہوئے تھے ۔ اور ایک منہ سے شہنائی اور ہاتھ سے بڑا
سا ڈھول بجا رہا تھا ۔ اس عام مگر دیرینہ ساز موسیقی کے مسلمہ استادوں کی طرز پر اس نے سر کو پیچھے
جھکا کر چھاتی کو آگے کی طرف پھلا رکھا تھا ۔ اور دونو چیزوں کو قابل رشک جوش اور سرگرمی
سے بجائے جاتا تھا ۔ کرسپن اس نظارہ کو دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتا تھا ۔ کہ ڈھول نواز کے لباس کی
بعض خصوصیات کی وجہ سے پھر رک گیا ۔ اور اب جو اس نے بغور دیکھا تو یہ جان کر سخت حیرت
ہوئی ۔ کہ بازی گروں کا موسیقی دان ساتھی حقیقت میں بیرن رنگڈ بیک سابق گروم آف دی سٹول
متعلقہ نامدار ڈیوک آف سٹالبرگ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں !

کرسپن نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر دیکھا ۔ مگر نہیں ۔ حضرت بیرن کی ذات خاص ایسی
نہ تھی ۔ کہ اسکی شناخت میں غلطی ہو سکتی ۔ وہی لمبا اکہرا بدن ۔ وہی گرسنہ آنکھیں اور وہی
چسنگی داڑھی معلوم نہیں جناب کے قدمبارک نے یکایک دماغی توازن کھو دیا کیا ۔ یا لباس ہی غیر

معمولی طور پر سکڑ گیا۔ بہرحال وہ ان کے بدن سے کم از کم ایک فٹ چھوٹا نظر آتا تھا۔ کرسچن ہجوم میں ملا ہوا اس شخص کی طرف نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ اسی سرگرمی اور تندہی سے شہنائی اور تاشہ بجانے میں مصروف۔ انقلاب روزگار اور زوال انسانی کی ایسی عبرت ناک مثال سے متاثر ہو کر کرسچن نے بازی گروں کی جماعت کو اس خیال سے اور زیادہ توجہ سے دیکھا کہ شاید نامدار گرینڈ ڈیوک بھی اسی انقلاب سے جس نے ان کے ایک قابل قدر وزیر کو نٹ کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اسی حالت کو پہنچ چکے ہوں۔ اور وہ بھی بیساکھیوں پر کھڑے ہو کر یا قلابازیاں کھا کر حاضرین کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ مگر شکر ہے کہ ادنیٰ جرمن حکمرانوں کی عزت کے امانت دار جناب ڈیوک ان میں شامل نہ تھے۔ کرسچن نے زیادہ عرصہ تک ٹھیرنا پسند نہ کیا کیونکہ بیرن ریگڈ بیک کی نظروں میں آنا اسے منظور نہ تھا۔ اس لئے حیرت رفع ہوتے ہی وہ ہجوم سے نکلکر ہوٹل کی طرف چلنے لگا۔ مگر جس بازی گر کو خیرات جمع کرنے کا فرض سپرد کیا گیا تھا۔ اس سے پیچھا چھڑانا آسان نہ تھا جب سے کرسچن اس ہجوم میں آ کر کھڑا ہوا۔ یہ شخص اس سے کم از کم چاندی کا سکہ حاصل کرنے کی امید قائم کر چکا تھا۔ پس اب جو اسے خالی ہاتھ جاتے دیکھا۔ تو بدستور بیساکھیوں پر چڑھا ہوا۔ پریوں کی اس مشہور کہانی کی طرح جس میں ایک دیو کا سات فرسنگ لمبے بوٹ پہن کر چلنا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے دوڑا۔ چند قدم کے فاصلہ پر اس نے کرسچن کو آ لیا۔ اور اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہ بیساکھیوں سے گر پڑا تو گردن ٹوٹ جائے گی۔ جھٹ وہ برتن جس میں حاضرین سے خیرات کے سکے جمع کئے جاتے تھے۔ اس کے آگے پیش کر دیا کرسچن نے اس میں ایک شلنگ ڈال دیا جس سے بازی گر کو اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے ایک بیساکھی پر کھڑے ہو کر دوسری کو حاضرین کے سروں پر گھمانا شروع کیا۔ اگرچہ خیر گذری کہ اظہار مسرت کے اس خطرناک طریقہ سے کسی مرد یا عورت کے چوٹ نہیں آئی۔

اس سے فارغ ہو کر اس نے کرسچن کو جھک کر سلام کیا۔ اور کہنے لگا "صاحب آپ سچے معنوں میں شریف آدمی ہیں۔ خدا آپ کو برکت دے۔"

"چلو میں اسی قیمت کا ایک سکہ اور دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم میرے ایک دو سوالوں کا جواب دینا منظور کرو۔" کرسچن نے مسکرا کر کہا۔

"فرمایئے وہ سوال کیا ہیں۔ ایک دو کیا میں اس قیمت پر ایک سو کا جواب دینے کو حاضر ہوں۔" بازی گر نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ بیساکھیوں پر کھڑا کھڑا ہی آگے جھک گیا

کہ کرسچن کی باتوں کو آسانی سے سن سکے۔ ایسا کہتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے۔ مگر توازن قائم رکھنے کو ذرا ذرا دیر کے بعد ادھر ادھر چلتا رہا۔ کیونکہ اگرچہ جیسا کہ لکڑی اس کی بغل میں تھی تاہم جیسا ناظرین سمجھتے ہوں گے۔ قوانین کشش ثقل کا تقاضا ہے کہ ایسی صورت میں انسان بہت دیر تک ایک حالت میں نہیں رہ سکتا۔ اسے توازن قائم رکھنے کو ضرور بدن کو حرکت دیتے رہنا پڑتا ہے۔

"بتاؤ وہ کون آدمی ہے جو تمہارے ساتھ ڈھول پیٹ رہا ہے؟" کرسچن نے پوچھا۔ "اس کا خیال نہ کرو کہ میں یہ سوال کیوں پوچھتا ہوں۔ نہ پیچھے مڑ کر دیکھو کیونکہ میں نہیں چاہتا اسے ہماری باتوں کا علم ہو۔"

"ارے صاحب وہ تو ایک بھد کا جرمن ہے جسے ہمارے ساتھ شامل ہوئے صرف چند مہینے گذرے ہیں۔" منٹ نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے ہمیں ڈھول اور شہنائی بجانے کو ایک آدمی کی ضرورت تھی . . ."

"شہنائی؟" کرسچن نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آپ نے دیکھا نہیں وہ ڈھول کے ساتھ شہنائی بھی بجاتا ہے۔" بازی گر نے جلدی سے جواب دیا۔ "اور میں کہہ سکتا ہوں اس پایہ کا ساز بہت کم کسی کے دیکھنے میں آیا ہوگا۔" یہ آخری الفاظ اس نے کسی حد تک جوش کے لہجہ میں کہے تھے۔ مگر فوراً ہی ایک شلنگ انعام کا وعدہ یاد کر کے اس نے اور زیادہ جھک کر کہا۔ "اس آدمی کو ہمارے ساتھ شامل ہوئے صرف چند مہینے ہوئے ہیں۔ دراصل ہمارا آدمی جو یہ کام کیا کرتا تھا چھٹی پر ہے . . . یا کیوں نہ صاف کہہ دیا جائے پچھلی سردیوں کی بیکاری میں اس نے ایک اور آدمی کا نام اختیار کر کے کچھ روپیہ کمایا تھا۔ اس سے اسے چھ مہینے چکی کا حکم ہو چکا ہے . . ."

"اچھا۔ اچھا میں سمجھ گیا۔" کرسچن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "مطلب یہ ہے کہ تم نے اس جرمن کو اس آدمی کی جگہ رکھ لیا۔"

"جی ہاں۔ بس ٹھیک اسی طرح ہوا۔" بازی گر نے جواب دیا۔ "مگر صاحب کیا عرض کروں! ایسا بیوڑا آدمی میں نے عمر بھر میں نہ دیکھا تھا۔ کم بخت جتنا ال جائے سب چٹ کر جاتا ہے۔ اور شراب پر تو بس جان دیتا ہے۔ ارے صاحب کبھی آپ نشہ میں اس کی باتیں سنیں۔ "گرینڈ ڈیوک آف گروم آف دی سٹول" اور جانے کیا کیا بکتا ہے۔ کہتا ہے میں ایک زمانہ میں برن رہ چکا ہوں اور

یہاں کے بڑے سے بڑے اہلکاروں سے میری ملاقات ہے۔۔۔"

"کیوں مگر اس کا نام کیا ہے؟" کرسچن نے پوچھا۔ اگرچہ اس نے یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ جو کچھ وہ اس بارہ میں کہتا ہے وہ حقیقت میں بالکل صحیح ہے۔

"نام!" بازیگر نے انداز حقارت سے کہا "ارے صاحب اس کا نام اسکی باتوں سے کم عجیب نہیں۔ ریگڈ بیک۔۔ کیا آپنے کبھی ایسا نام سنا ہے؟"

"واقعی یہ نام عجیب ہے۔" کرسچن نے کہا اور یہ معلوم کرکے کہ بیرن ریگڈ بیک اس مصروفیت میں بھی گاہ گاہ اسکی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ اس نے وعدہ کا دوسرا شلنگ بازیگر کے حوالہ کیا۔ اور ہوٹل کو روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچکر لباس بدلا۔ پانچ بجنے کے قریب کھانا کھانے کافی روم میں داخل ہوا اتفاق سے اس وقت کمرہ میں صرف دو دراز قامت شکیل نوجوان ہی بیٹھا تھا۔ جس کی عمر ۲۳ سال کے قریب بیان کی گئی ہے اجسے کرسچن نے صبح کے ناشتہ پر دیکھا تھا۔ وہ ایک میز پر کہنیاں ٹیک کر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے بظاہر کسی گہری فکر میں تھا۔ کرسچن نے اسکی صبح کی پریشانی سے اندازہ کیا کہ ضرور کسی رنجدہ معاملہ پر غور کر رہا ہے۔ پاس ہی دوسری میز پر بیٹھ کر اس نے اخبار اٹھا لیا۔ اور اسے سرسری نظر سے دیکھنے لگا۔ اس وقت اجنبی نے یکایک سر اٹھایا اور میز پر زور سے مکہ مار کر کچھ اس قسم کے الفاظ کہے جن سے ذہنی قلق و اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ یا تو اس نے کرسچن کو بیٹھے نہیں دیکھا۔ یا اسکی پریشانی اس حد انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ جب اس کا اظہار ایک کیا دس آدمیوں کے روبرو بھی نہیں رُکتا۔ بہرحال اس بےصبری کی حرکت کے بعد اس نے جو کرسچن کو پاس بیٹھے دیکھا۔ تو مارے شرم کے چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور اس نے اپنے عجیب طرزِ عمل کے بارہ میں چند معذرتی الفاظ بھی کہے۔

مگر کرسچن نے قطع کلام کرکے بڑی ملائمت سے کہا "صاحب عذر خواہی کی ضرورت نہیں مجھے آپ کی پریشانی سے سخت رنج ہے۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں آپ سے دلی ہمدردی رکھتا ہوں۔"

اجنبی نے اس کا فوراً ہی کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ کرسچن کی طرف اس طرح نظرِ غور سے دیکھنے لگا۔ کہ معلوم ہوتا تھا یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیا میں اسے دوست سمجھ کر ہمدردی کی امید پر شریک راز بنا سکتا ہوں؟ بظاہر اس وقت اس کی ذہنی حالت ایسی تھی۔ جب انسان کو سچے دوست اور دمساز کی ضرورت ہوتی ہے۔

کرسچن نے سمجھ لیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ پھر بھی اس خیال سے چپ رہا کہ شائد میرے استفسار کو بے جا استعجاب پر محمول کیا جائے۔ مگر جو بات اس نے منہ سے کہنے کی جرائت نہیں کی۔ وہ اسکی نگاہ سے ظاہر تھی۔ یعنی یہ کہ اگر آپ مجھے اپنا محرم راز بنانا منظور کریں۔ تو مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا سعی و امداد سے دریغ نہ کروں گا۔ علاوہ بریں کرسچن کے چہرہ پر باطنی صدق و صفا اور خوشنما سیاہ آنکھوں میں طبعی فیاضی کا ایسا اثر ظاہر تھا۔ کہ اجنبی کی طبیعت بلا اختیار اسکی طرف کھچنے لگی۔ رسمی تکلف حالت سکوت میں دمبدم گھٹنے لگا حتےٰ کہ آخر کار اجنبی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا "صاحب آپکے عنایت آمیز رویہ نے مجھے مرہون احسان بنا یا ہے۔ سچ پوچھیے تو میں آپ کی دوستی کا طلبگار ہوں۔"

"یقین فرمائیے کہ اس بارہ میں میری حالت بھی آپ سے مختلف نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا "آپ کی عمر مجھ سے دو تین ہی سال بڑی ہے۔ اس عمر میں شدید مصیبتوں کا سامنا ہر شخص کی ہمدردی حاصل کرنے کو کافی ہے۔"

اجنبی اس سے زیادہ نہ سن سکا جھٹ اٹھ کر دوستانہ گرمجوشی سے کرسچن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ معلوم ہوا اس کا نام ایڈ گر ہوریلے ہے۔ کرسچن نے اپنا نام بتایا۔ اور ساتھ ہی ان مصیبتوں کا ذکر کیا جو اس نے اپنی توام بہن کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے برداشت کی تھیں۔ مگر کہا کہ خدا کا شکر ہے اب ہمیں تقدیر سے کسی طرح کی شکایت نہیں۔ اس نے ڈیوک آف مارچ مونٹ، گرینڈ ڈیوک آف شا لبرگ۔ اور بدنصیب مقتول ارل آف لیسا نر کے ہاں اپنی ملازمت کا حال بیان کیا۔ اور آخر میں مسٹر سائیکامور سے اپنے تعلق کا بھی حال کہا۔

سب حال سن کر ہوریلے نے کہا "عزیز دوست اس فیاضانہ اعتماد کے لئے دلی شکریہ قبول ہو۔ میرا قصہ اس سے طویل اور زیادہ پُراسرار ہے۔ اور میں بھی آپ کو اس سے واقف کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس کے لئے یہ جگہ موزوں نہیں۔ ممکن ہے اور آدمی آجائیں۔ اور بات نامکمل چھوڑنی پڑے۔ کسی الگ کمرہ میں بیٹھ کر میں سب حال آپسے مفصل عرض کروں گا۔"

کرسچن رضامند ہو گیا۔ فوراً گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کیا گیا۔ جس نے ذرا ہی دیر میں الگ کمرہ کا انتظام کر دیا۔ وہیں دونو کے لئے کھانا طلب کیا گیا۔ مگر اثنائے طعام میں ایڈ گر ہوریلے سرسری معاملات کا ذکر کرتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا وہ اپنی داستان کھانے کے خاتمہ تک ملتوی کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ باربار ویٹر کے آنے سے گفتگو رکنے کا احتمال تھا۔ کرسچن نے تھوڑی دیر میں

ہی معلوم کر لیا۔ کہ اس کا نیا دوست مہذب اور صاحب اخلاق نوجوان ہے۔ جو ہر قسم کے معاملات پر بے تکلف گفتگو کر سکتا۔ اور لطیف و سنجیدہ مذاق سے بہرہ ور ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ فوج میں لفٹنٹ کا عہدہ رکھتا ہے۔ جس کی رجمنٹ ان دنوں برہمٹن میں مقیم تھی۔ اور وہ چھٹی پر آیا ہوا تھا جوں جوں بے تکلفی بڑھی۔ کرسچن اسکے دوستانہ خلوص نیاصانہ اخلاق اور طبعی کریم النظری کا زیادہ مداح ہو گیا اسکی ہر بات سے خلقی محاسن کا اظہار ہوتا تھا۔ اسکے ساتھ ہی اس کی مردانہ حمیت اور خاندانی وقار ظاہر کرتے تھے کہ عزت و ایمان کی نسبت اس کے خیالات نہایت بلند ہیں۔ جیسا ناظرین کو معلوم ہے کرسچن بجائے خود یہ سب خوبیاں اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس لئے جتنا وہ اسے مرغوب ہوا۔ اتنا ہی یہ اس کا مقبول ہوتا گیا۔

کھانا جلدی ختم کیا گیا۔ کیونکہ ایڈگر بیورلے اپنی سرگذشت بیان کرنے کو بیقرار تھا۔ آخر جب خوا کھات کی باری آئی۔ اور ویٹر آخری خدمات بجالا کر رخصت ہو چکا تو بیورلے کی عجیب و غریب داستان شروع ہوئی۔

باب ۔ ۶۵

سرگذشت

کہنے لگا "معاف فرمائیے کہ میں اس سرگذشت میں ناموں کی تبدیلی ضروری سمجھتا ہوں۔ ان واقعات کا تعلق کئی نازک امور سے ہے۔ اور اگر انجام میرے اندیشوں کے خلاف ثابت ہوا۔ یعنی وہ خوفناک شبہات جو اب میرے لئے سوہان روح ہیں۔ آخر کار بے بنیاد نکلے تو مجھے اس خیال سے سخت رنج ہوگا۔ کہ میں نے دانستہ یا نادانستہ کسی کی مذمت کی۔ پس آغاز حکایت سے پہلے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس رازداری کو قلت اعتماد سے منسوب نہ فرمائیے۔ بلکہ ایک جائز و مناسب احتیاط تصور کیجئے گا۔"

"مضائقہ نہیں۔ یہ احتیاط آپ کے ان صفات حسنہ میں اضافہ کرتی ہے جن کا میں ابھی سے مداح بن چکا ہوں۔" کرسچن نے جواب دیا۔

"اس حسن ظن کے لئے شکریہ" بیورلے نے کہا "اور اب سنئیے میں اپنی داستان عرض کرتا ہوں۔ تمہید کے طور پر چند الفاظ اپنے خاندان کی نسبت بیان کرنا بے جا نہ ہوگا۔ میرے

والد ایک خطاب دار امیر کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور اس حیثیت میں ان کا گذارہ اس تنخواہ سے بمشکل چلتا تھا۔ جو انہیں فوج میں عہدہ کپتانی سے ملتی تھی۔ ان کی شادی ایک نوجوان خاتون سے ہوئی جس کا ورثہ اور جہیز فقط اس کا حسن بے عیب اور کمالات نسوانی تھے۔ جیسا ان حالتوں میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ اس شادی کے بعد والد کے سب رشتہ دار خفا ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں پیدا ہوا۔ اور ابھی چند ہفتوں کا تھا۔ کہ میری بدنصیب ماں کا انتقال ہو گیا۔ والد عرصہ دراز تک اس کی یاد میں پریشاں خاطر رہے۔ مگر آخر اپنے بچہ کا خیال آیا۔ تو سوچا یہ مرنے والی کی محبت کی نشانی ہے اس کی حفاظت اور پرورش میرا فرض مقدس ہونا چاہیئے۔ انہوں نے مجھے بڑے پیار سے پالا اور گو آمدنی محدود تھی۔ پھر بھی میری تعلیم کا ہمیشہ خاص خیال رکھا۔ میری ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد انہیں میجر کا عہدہ مل گیا تھا۔ مگر اخراجات کے مقابلہ میں آمدنی پھر بھی اتنی کم تھی۔ کہ انتہائی کفایت سے گذران کرنی پڑتی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں مجھے سینڈہرسٹ کے شاہی فوجی کالج میں داخل کیا گیا۔ اور اس موقعہ پر والد نے صاف لفظوں میں مجھ سے کہہ دیا کہ میرے پاس تمہیں کوئی عہدہ دلانے کے لئے نہ روپیہ ہے نہ اثر۔ کامیابی حاصل کرو گے تو اپنی محنت سے۔ ورنہ نہیں۔ میں نے پوری تندہی سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ اور جلد ہی ابتدائیات علوم کے علاوہ فن سپہ گری میں مہارت حاصل کر لی۔ پٹہ اور بانک کے کرتب خوب یاد کئے۔ اور سولہ سال کی عمر میں ایک رجمنٹ کا عہدہ انسائین حاصل کر لیا۔ اس موقعہ پر رنج و راحت کا عجیب اشتراک عمل میں آیا۔ یعنی میرے فوج میں عہدہ حاصل کرنے کے دوسرے ہی دن خبر ملی کہ والد پر فالج گرا ہے جس کے پندرہ دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔"

اتنا بیان کر کے ایڈگر ہیورے قریباً ایک منٹ چپ رہا۔ بظاہر اس کے سینہ میں جذبات کا ہجوم تھا۔ آخر اسے بمشکل فرو کر کے اس نے اپنی داستان اس طرح جاری رکھی:۔

"میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ والد کے ایک بے جہیز عورت سے شادی کرنے پر سارے رشتہ دار ناراض ہو گئے تھے۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے یہ ناراضی سب سے بڑھ کر ان کے بڑے بھائی۔ میرے تایا کے حصہ میں آئی جنہوں نے عہد کر لیا کہ میں کبھی ان سے کلام نہ کروں گا۔ اور ان کی زندگی میں وہ واقعی ان سے گفتگو کا روادار نہ ہوا۔ بارے ان کے انتقال پر وہ کچھ پسیجا۔ اور میرے نام ایک خط لکھا کہ مراسم تکفین سے فارغ ہو کر فوج میں جانے سے پہلے مجھ سے ملنا۔ اس شخص۔ میرے تایا کی اس وقت تک شادی نہ ہوئی تھی۔ مال و دولت اور ریاست بیشمار تھی۔ مگر وارث کی عدم موجودگی

میں ان کا آخری حق مجھی کو حاصل ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں اس کے شادی کرنے اور اولاد نرینہ پیدا ہونے کی صورت میں میرے حقوق سلب ہو جاتے۔ پھر کبھی جب تک ایسا ہو میرا حق یقینی تھا چونکہ بعض وجوہ سے جن کا اظہار غیر ضروری ہے اسے ناقابل شادی سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے بلاوا پاکر میں نے خیال کیا شاید مجھے وارث سمجھ کر طلب کیا گیا ہے۔ اور اب وہ میرے حالات سے بہتر واقف ہونا اور اس بدسلوکی کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ جو اس نے والد سے ان کی زندگی میں روا رکھی۔ کچھ بھی ہو اس نے مجھے اپنے مکان واقع وسٹ اینڈ لندن میں طلب کیا۔ اور اس وقت ۱۶ سال کی عمر میں میں نے اپنے والد کے بڑے بھائی کی اول مرتبہ زیارت کی۔ معلوم نہیں صحیح وجہ کیا تھی۔ بہرحال اس پہلی ملاقات میں ہی میرے دل میں اس کے لئے احساس نفرت جاگزین ہو گیا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ میں جانتا تھا اس نے میرے والدین سے بے جا سختی کی ہے۔ یا یہ کہ اس کی نسبت بعض بری خبریں عرصہ سے میرے کانوں میں پہنچتی رہی تھیں۔ ممکن ہے اسکی نگاہ میں ہی نفرت پیدا کرنے کا سامان ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں باتیں ملکر میرے دل میں احساس تنفر پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہوں۔ لیکن وجہ اور سبب کچھ بھی ہو۔ اس پہلی ملاقات میں ہی مجھے اس سے اور اسے مجھ سے دلی نفرت ہو گئی۔ جس کا اظہار سب سے اول اس درشت لہجہ کی صورت میں ہوا جو اس نے مجھے پند و نصیحت کرتے وقت اختیار کیا۔ تحکمانہ لہجہ میں کہنے لگا "خبردار تم بھی اپنے باپ کی سی حماقت نہ کرنا۔ اس نے رشتہ داروں کی مرضی کے خلاف ایک ادنٰے عورت سے شادی کر کے عمر بھر کے لئے ان سے بگاڑ کر لیا۔ تو اپنا ہی نقصان کیا۔ ان کا کچھ نہیں گیا۔ تم بھی ایسا کرو گے تو اپنی حیثیت کا ستیاناس کر لو گے۔" قدرتی طور پر مجھے ان الفاظ سے سخت رنج ہوا۔ اور میں نے کہا "مہربانی سے مردہ ہڈیوں کی بے حرمتی نہ کیجئے۔ اور اس کا بھی خیال رکھئے کہ جسے آپ از راہ عنایت ایک ادنٰے عورت کا خطاب دے رہے ہیں میری قابل احترام ماں تھی۔" اتنی بات کا منہ سے نکلنا تھا کہ تاؤ کے غصہ نے شان جلال اختیار کر لی۔ جھلا کر کہنے لگا "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کی ضد تمہارے حصہ میں پوری طرح آئی ہے۔" اس دن سے دلوں میں ایسی گرہ پڑی کہ پھر نہ نکلی۔ میں صرف چند دن اس کے مکان پر ٹھیرا اور جب رخصت ہونے لگا تو اس نے مجھے بلا کر کہا "دیکھو میں سر دست تمہیں ایک سو پونڈ سالانہ وظیفہ دیا کروں گا۔ امید ہے اس میں تنخواہ ملا کر تمہارا گذارہ خاطر خواہ چلتا رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی میرا وعدہ ہے کہ اگر تم پورے اطاعت کیش اور فرمانبردار رہو گے۔ تو میں اس میں اضافہ کر دوں گا۔ لیکن اگر تم نے میرے حکم سے ذرا بھی انحراف

کیا۔ ثویا ورکھو میں جو کچھ دیتا ہوں وہ بھی ضبط کر دوں گا" بات کو طول نہ دینے کے خیال سے میں اس وقت چپ رہا۔ پھر بھی یقینی ہے کہ اس نے میرے طرز عمل سے دیکھ لیا کہ میں اس کے ظالمانہ سلوک کو کتنا ناپسند کرتا ہوں رخصت کی میعاد ختم ہونے پر میں دوبارہ رجمنٹ میں شریک ہوا۔ اور کوئی تین سال میرے طریق عمل میں کوئی بات قابل گرفت نہیں پائی گئی۔ بظاہر یہی وجہ تھی کہ اس نے مجھے ایک اور رجمنٹ میں لفٹننٹ کا عہدہ دے دیا۔ اور میرے وظیفہ کو بھی المضاعف کر دیا۔ بہرحال پھر مجھے اپنے مکان پر طلب نہیں کیا"

ایڈگر میور لے یہاں پہنچکر پھر رکا۔ اور ذرا دم لے کر اس نے اپنی سرگذشت ان لفظوں میں جاری رکھی:۔

"کوئی چھ ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ ہماری رجمنٹ کو مانچسٹر سے برائٹن جانے کا حکم ہوا۔ یہاں رہتے بہت دن نہ گذرے تھے کہ ایک جلسہ رقص میں مجھے ایک پری جمال حسینہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جس کا اصلی نام کچھ بھی ہو۔ میں اسے لوئیسا ہی کہوں گا۔ جب میں نے اسے بار اول دیکھا تو کسی اجنبی مرد کے ساتھ ناچ رہی تھی۔ کاڈرل ختم ہوا۔ تو اس نے اسے ایک عمر رسیدہ آدمی کے پاس لے جا کر بٹھا دیا جسے میں اس کا باپ سمجھا۔ میں نے چند دوستوں سے اس نازنین کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ جو لوگ اسے جانتے تھے وہ میرے واقف نہ تھے۔ اور جنہیں میں پہچانتا تھا۔ انہوں نے اسے میری طرح پہلی بار دیکھا تھا۔ میں نے اس سے شریک رقص ہونے کی خواہش کی۔ مگر مہتمم جلسہ کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ آج کے لئے اتنی مصروف ہے کہ موقعہ نہ مل سکیگا اتنا کہہ کر وہ کمرہ کے دوسرے حصہ میں چلا گیا۔ اور میرا استعجاب رفع نہ ہوا۔ ایک ایسی قمر طلعت حسینہ کی غیر معمولی مصروفیت چنداں حیرت خیز نہ تھی۔ کیونکہ میری طرح ہر شخص لذت قرب حاصل کرنے کو بے قرار تھا۔ پس میں نے اس رات ناچ میں حصہ لینے کی بجائے اسکے پیکر آتشین کو باہزاراں ناز و ادا مختلف اقسام رقص انجام دیتے ہوئے دیکھنے پر اکتفا کی۔ واپس ہوا تو اسی جانسوز منظر کی تصویر پیش نظر تھی۔ اس پراسرار حسینہ کی ادائے جانستاں اسکی نظر جانسوز اور جلوہ بے پناہ ہر بار آنکھوں میں پھرتا تھا۔ وہ رات تو گرفتاران محبت کی پہلی رات کی طرح سخت بے چینی اور اضطراب میں کٹی۔ دوسرے دن سہ پہر کو کنگس روڈ پر سیر کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں وہی نازنین گل ملے بڈھے کے بازو کا سہارا لئے تصویر خراماں کی طرح سامنے سے چلی آ رہی ہے۔ میں نے بھی نظر دور سے بغور دیکھا تو معلوم ہوا وہ اس بے تکلفی سے اس کے بازو پر جھکی ہوئی نہیں ہے۔ جو باپ بیٹی میں

ہونا چاہیئے ۔ بلکہ اس کے انداز سے شرم جھجک اور تکلف کا اظہار ہوتا تھا ۔ پاس سے گذرے ۔ تو میں نے سنا بڈھے نے اسے "لوئیا پیاری" کہہ کر مخاطب کیا ۔ اور اس نے اسے ۔ ۔ کیا نام لوں ؟ ۔ ۔ ۔ فرض کر لیجئے مسٹر میکسویل کہہ کر بلایا ۔ کیونکہ جیسا میں نے پیشتر بیان کیا ہے ۔ اس داستان میں سب نام فرضی ہی داخل کئے جا رہے ہیں ۔"

"مجھے یاد ہے ۔ کہے جائیے ۔" کریچن نے کہا ۔

"اس انداز کلام سے میرا دل سینہ کے اندر بیٹھ گیا ۔" لفٹننٹ ہیورے نے کہا ۔ "صاف ظاہر تھا کہ یا وہ دونوں میاں بی بی ہیں یا ان کی شادی عنقریب ہونے والی ہے ۔ ورنہ باپ بیٹی کی گفتگو ہرگز ایسی نہ ہوتی ۔ اس وقت درد و رنج کا جو احساس مجھے ہوا ۔ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی ۔ نہ اس لئے کہ میں اس عرصہ قلیل میں لوئیا کے جمال دلفریب پر وارفتہ ہو چکا تھا ۔ نہیں بلکہ میرا رنج و الم محض اس لئے تھا کہ ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو اس شخص کے گلے باندھا جا رہا ۔ یا باندھا جا چکا ہے ۔ جو عمر میں اس کے دادا سے کم نہ تھا ۔ آتی دفعہ میں قصداً اسی سڑک پر سے ہو کر گذرا کہ شاید پھر ان سے ملنا ہو ۔ مگر اس پری جمال حسینہ کا شرف دیدپھر حاصل نہ ہوا ۔ کنگس روڈ کو چھوڑ کر میں برائٹن کے ایک اور حصہ میں اپنے خیالات میں محو چلا جا رہا تھا ۔ کہ یکایک ایک عورت سے ٹکر ہوئی ۔ جو کسی بزاز کی دوکان سے باہر آ رہی تھی ۔ میں نے ٹوپی اٹھا کر عذر خواہی کی اور گو اس عورت کو میں نے اس وقت بار اول دیکھا تھا ۔ تاہم اس نے میری معذرت کو ایسے واقفانہ اخلاق سے قبول کیا جس کا اظہار ایک اجنبی خاتون کی طرف سے یقیناً عجیب تھا ۔ اس کے بعد اس نے جو باتوں کا سلسلہ چھیڑا تو میرے لئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مسئلہ ہو گیا ۔ اس حالت میں اگر اسے چھوڑ کر جاتا تو آداب تہذیب سے بے خبر کہلاتا ۔ اس عرصہ میں اسکی سیاہ آنکھیں میرے چہرہ پر التجا و بے باکی کے عجیب مشترکہ انداز سے لگی ہوئی تھیں ۔ ممکن ہے آپ میرے الفاظ کو خود ستائی پر محمول کریں ۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ یہ عیب کبھی میری ذات میں نہ تھا ۔ خصوصاً عورتوں کے متعلق گاؤتاڑی کرنا تو مجھے بے حد ناپسند ہے ۔"

"اس تشریح کی ضرورت نہیں ۔" کریچن نے کہا ۔ "میں جانتا ہوں آپ ایسے عیوب سے پاک ہیں بہرحال میرا خیال ہے اس وقت آپ نے سرکاری وردی پہن رکھی تھی ۔ اور چونکہ عورتیں فوجی وردی پر جان دیتی ہیں ۔ اس لئے غالباً یہ عورت بھی آپ کو دیکھ کر نقد دل ہار بیٹھی ۔"

"میں نہیں کہہ سکتا ۔ اسکی صحیح ذہنی حالت کیا تھی ۔" ایڈگر ہیورے نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا ۔ "مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت میں سرکاری وردی میں ہی تھا ۔ وہ ایک نہایت خوبصورت

عورت تھی۔ گو عمر میں مجھ سے چند سال بڑی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جتنا زیادہ مجھے اس کے مشاہدہ کا موقعہ ملا۔ اتنا ہی واضح ہو گیا۔ کہ اس میں حیا و عصمت کا وہ معیار غائب ہے۔ جو عورتوں میں ہونا چاہیئے یقین کیجئے کہ اس وقت میں ذرا بھی بے باک ہوتا تو کامیابی یقینی تھی۔ مگر پاکبازی کا دعوےٰ بر طرف اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ ایسے خیالات کا پیدا ہونا ہی محال تھا۔ توجہ اور طرف لگی ہوئی تھی۔ اس لئے تھوڑی گفتگو کے بعد میں نے سلام کیا۔ اور رخصت ہوا۔ دوسرے دن سہ پہر کے ۲ یا ۳ بجے میں پیویلین کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ پھر اسی عورت سے ملنا ہوا۔ اور اس موقعہ پر اس نے میری طرف اس انداز واقفیت سے دیکھا کہ ٹھہر کر باتیں کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس دوسری ملاقات میں اسکی چشم فسوں ساز نے جو کچھ بے زبانی کی زبان سے کہا۔ اس کا مطلب میں یہی سمجھا کہ ہمارا تعلق زیادہ قریبی ہونا چاہیئے۔ التجا زبردست تھی اور اسکی بجا گوئی اور ہوتا تو شائد میرا ست بھی قائم نہ رہتا۔ مگر خوبصورت ہونے کے باوجود اس کے انداز میں کچھ ایسا اثر خاص پایا جاتا تھا کہ دل اسکی انجوبہ نمائی و جلوہ آرائی کا اسیر نہ ہوا۔ اس وقت تک ہم ایک دوسرے کے نام سے واقف نہ تھے۔ پھر بھی جہاں تک ممکن تھا۔ اس نے تحریص و ترغیب کا سامان پیدا کیا۔ مگر میرا پائے ثبات متزلزل نہ ہوا۔ اس ناکامی کا اثر جو ہو سکتا تھا۔ ہوا۔ یعنی اس کے خوشنما چہرہ پر غصہ اور جوش کی سرخی پیدا ہو گئی۔ اور سرد مہری سے رخصتی سلام کر کے جدا ہوئی۔ تھوڑی دیر مجھے بھی اس کی ناراضی کا رنج ہوا۔ مگر آخر بات ذہن سے اتر گئی۔ اور خیالات صرف لوئیا کی طرف لگ گئے۔ اس رات مجھے براسٹن کے ایک متمول شخص کے ہاں شریک رقص ہونا تھا۔ حسن اتفاق سے وہ محبوب دلنواز جسے میں لوئیا کے نام سے یاد کر رہا ہوں مسٹر میکسویل کے ساتھ وہیں مل گیا۔ میں نے اس کی شرکت کے لئے آرزو کی اور بعد ازاں موقعہ پا کر میزبان کی بی بی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بڈھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا بہنوئی ہے جس سے اسکی بڑی بہن کی شادی ہو چکی ہے۔ اس سے میرے دل کو ناقابل بیان تسکین ہوئی۔ اور اس وقت کی راحت کا تو کون اندازہ کر سکتا ہے۔ جب میرا تعارف لوئیا نیول سے کرایا گیا۔ پہلے کاڈرل میں ہم نے مل کر رقص کیا۔ اور اس کے بعد مجھے تین چار مرتبہ پھر بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ کھانے کی میز پر میں اسی کے پاس تھا۔ اور اس کا بہنوئی بھی میری توجہات کا برا ماننے کی بجا مطمئن نظر آتا تھا۔ میں نے باتوں باتوں میں دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے مسز میکسویل تشریف نہیں لائیں؟ جس پر اس نے جواب دیا کہ وہ ایسے جلسوں

کا مذاق نہیں رکھتیں۔ گو مسٹر میکسویل کو ان کا بہت شوق ہے۔ اگلے دن سیر کرتے ہوئے پھر لوئیسا اور مسٹر میکسویل سے ملاقات ہوئی۔ میں ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اور اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ مسز میکسویل بعض دوستوں سے ملنے لندن گئی ہیں۔ جہاں وہ چار پانچ ہفتے رہیں گی۔ اس عرصہ میں میری مسٹر میکسویل اور لوئیسا سے کم و بیش ہر روز ملاقات ہوتی تھی۔ جس سے عشق کے جذبات پنہاں بتدریج مضبوط ہوتے گئے۔ ایک دن اثنائے گفتگو میں نے ان کے سامنے اپنے تاؤ کا نام لیا تو معلوم ہوا مسٹر اور مسز میکسویل اسے جانتے ہیں۔ مگر لوئیسا کو نہ کبھی اس کا نام سننے۔ نہ اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مسٹر اسٹین اس جگہ میں آپ سے ایک ضروری بات عرض کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر آغاز داستان میں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر سہواً رہ گیا در اصل میرے تاؤ کا خاندانی نام جو حقیقت میں ہیورلے ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں۔ کئی سال ہوئے اس نے سرکاری اجازت سے اس کو بدل لیا تھا جس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ ایک دور کے رشتہ دار نے بہت سی جائداد اس شرط پر اس کے نام چھوڑی تھی۔ کہ وہ اپنا خاندانی نام ترک کر کے اس کا نام اختیار کر لے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک میں نے خصوصیت سے نہیں بتایا کہ عمر رسیدہ بیرونٹ میرے تاؤ ہیں۔ اس وقت تک مسٹر میکسویل کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ مہربانی سے اس بات کو اچھی طرح پیش نظر رکھئے۔ کیونکہ اس کا میری داستان کے ایک حصہ سے گہرا تعلق ہے۔"

"اطمینان رکھئے میں اسے فراموش نہ کروں گا۔" کرسچن نے کہا۔ "اور آگے کہئے آپ کی داستان بہت دلچسپ ہوتی جا رہی ہے۔"

"خیر تو حسین لوئیسا اور اس کے بہنوئی سے میری شناسائی کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ کہ ایک روز مسٹر میکسویل نے اطلاع دی میری بی بی لندن سے واپس آ گئی ہے۔ آپ آج کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمائیے۔ میں نے اس کی دعوت بخوشی منظور کی۔ کیونکہ اس طرح لوئیسا سے میل جول بڑھنے کی امید تھی۔ اب تک مجھے مسٹر میکسویل کے مکان پر جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ گو اتنا معلوم تھا کہ وہ ہر لحاظ سے آسودہ حال ہے۔ اور کیپ ٹون میں امیرانہ نہ سہی شریفانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی روز شام کے ۶ بجے میں اس کے مکان کی طرف چلا۔ کمرہ نشست میں مسٹر میکسویل نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور جیسا کہ سب جوان بیبیوں کے بڈھے شوہروں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس نے بہت جلد میری ملاقات اپنی حسین بی بی سے جس کے حسن و جمال پر اسے بہت ناز تھا کرائی۔ مگر آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ مسز میکسویل

وہی بیباک حسینہ ہے جس سے میری دوبار ملاقات ہوئی تھی۔ اور جس کی التجائے عشق کو میں نے بے رحمی سے رد کر دیا تھا۔ خود مسز میکسویل کو بھی مجھ سے ملنے کی امید نہ تھی۔ وہ اسی روز لندن سے آئی تھی۔ اور بہن یا شوہر سے کسی مفصل گفتگو کا موقعہ نہ ملا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ بھی چونک گئی۔ مگر اس کے ایک ہی لمحہ بعد ہم دونوں نے کامل خود ضبطی اختیار کی۔ جس سے بات مسٹر میکسویل اور لوئیسا کی نظروں میں نہ آسکی۔ مسز میکسویل نے مجھ سے ویسا ہی سلوک کیا جیسا کوئی شخص کسی دوسرے سے اول مرتبہ مل کر کیا کرتا ہے۔ اور میں نے بھی اس بارہ میں اسکی تقلید کو فرض جانا۔ سارا عرصہ اس کا برتاؤ سرد مہرانہ اخلاق کا رہا۔ جس سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ اسے میری موجودگی محض اس لئے گوارا ہے۔ کہ اس کے شوہر نے مجھے دعوت دی۔ ورنہ وہ مجھے ایک پل بھی نظروں کے سامنے رکھنا نہ چاہتی تھی۔ مسٹر اسٹین شاید آپ کو معلوم نہ ہو بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ عورت مرنا قبول کر سکتی ہے۔ مگر یہ ذلت گوارا نہیں کرتی۔ کہ جس سے وہ عشق کرے اسکی طرف سے انکار ہو۔ پس میری نسبت مسز میکسویل کے جو خیالات ہو سکتے تھے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ یہی کسک کیا کم تھی کہ چھوٹی بہن لوئیسا سے میری محبت نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ ہرچند شادی شدہ عورت تھی۔ مگر جذبات سے زیادہ اس کے لئے سوہان روح ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ میں نے لوئیسا کے حسن کو اس کے جمال پر قابل ترجیح سمجھا۔ اپنے بڈھے شوہر پر جو زن مریدوں کی حد تک اس کا مشتاق و اطاعت گذار تھا۔ اسے کامل اختیارات حاصل تھے۔ ہرچند اسے اس سے نفرت تھی۔ مگر وہ اس پر جان دیتا اور اسی کا لوہا مانتا تھا۔ علاوہ بریں مسز میکسویل چونکہ عمر میں لوئیسا سے چند سال بڑی تھی۔ اس لئے اسے چھوٹی بہن پر مادرانہ حقوق بھی حاصل تھے۔ اور والدین کا بچپن میں انتقال ہو جانے سے لوئیسا بھی اس کی ماں کی طرح عزت کرتی تھی۔ وہ اس سے ڈرتی بھی تھی۔ اور ایک دو موقعوں پر جب مسز میکسویل نے کسی نہایت حقیر سہو پر اسے سختی سے ملامت کی۔ تو وہ چپ چاپ اس کی باتیں سنا کی۔ ان واقعات نے میرے دل میں محکوم و مظلوم لوئیسا کے لئے اور زیادہ ہمدردی پیدا کر دی۔ جو حقیقت میں محبت کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس رات گیارہ بجے کے قریب میں ان کے مکان سے رخصت ہوا تو مسز میکسویل نے مجھے دوبارہ آنے کی دعوت دینا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کا بڈھا شوہر چونکہ زر و مال کی طرح اپنی مرضی بھی جوان بی بی کے حوالہ کر چکا تھا۔ اس لئے وہ تو کچھ ہی کیا سکتا تھا رہ گئی لوئیسا۔ اس غریب کے جی میں کچھ بھی ہو۔ ظاہری پابندیوں سے مجبور ہو کر اس سے بھی چپ

رہنے کے سوا بن نہ آئی۔"

اپنا قصہ اس حد تک بیان کرکے ایڈگر بور لے نے پھر چند منٹ تامل کیا۔ اور کرسچن اسٹین اس عجیب اور دلچسپ کہانی کا نتیجہ معلوم کرنے کو بے قرار ہونے لگا۔ جو کچھ اس نے سُنا۔ اس کی بنا پر اس کے دل میں بعض مبہم اور غیر معین شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ جن کو رفع کرنے کے لئے وہ ایک دو سوالات پوچھا چاہتا تھا۔ مگر اس خیال سے رُک گیا کہ رائے زنی سے پہلے داستان کی تکمیل لازم ہے۔

"اس کے بعد جب لوئیسا سے میری ملاقات ہوئی۔" بور لے نے داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تو وہ مسٹر اور مسز میکسویل کے ساتھ سیر کر رہی تھی۔ میں نے چاہا رک کر سلام اور مزاج پرسی کروں۔ مگر وہ پاس سے گذر گئے۔ اور میں نے معلوم کیا اس سرد مہری بلکہ گستاخانہ برتاؤ کی اصلی محرک مسز میکسویل تھی۔ میری پیاری لوئیسا نے اس وقت بھی کوئی بات خلاف اخلاق نہیں کی۔ کیونکہ مجبوری کی حالت میں گو اور کچھ نہ کر سکی۔ تاہم چلتے چلتے میری نگاہ محبت کے جواب میں نظر ملاطفت سے میری طرف دیکھا۔ اور یہی میرے لئے کافی تھا۔ اس کے بعد ہفتے گذر گئے اور اس عرصہ میں گو لوئیسا سے بسا اوقات بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہر روز ملاقات ہوتی رہی تاہم ہر موقعہ پر اس کے رشتہ دار ساتھ ہوتے تھے۔ اور ہر بار چپ چاپ پاس سے گذر جاتے تھے۔ اس کے باوجود کوئی خفیہ آواز باصرار کہہ رہی تھی کہ جسے تو چاہتا ہے۔ وہ بھی تجھ سے غافل نہیں۔ شب و روز اس سے تبادلہ خیالات کی تجویزیں سوچتا مگر کوئی ڈول بنا نظر نہیں آتا تھا۔ آخر ایک دن مسٹر میکسویل کی ایک خادمہ کو کچھ دے کر اسکی معرفت چٹھی بھیجی۔ اس خط میں میں نے اپنی داستان محبت بیان کی۔ وہی داستان جسے نگاہ کئی بار کہہ چکی تھی۔ مگر لبوں کو اظہار کا موقعہ نہ ملا تھا۔ اس قصہ پارینہ کو زبان قلم سے ادا کر کے میں نے وہ تحریر اس ماما کے ہاتھ لوئیسا کو بھیجی جس کا جواب اسی کی وساطت سے موصول ہوا۔ لوئیسا کی تحریر شرم و حیا کا مرقع تھی۔ مگر میری عاشقانہ نظر نے بھانپ لیا کہ اسے بھی مجھ سے مساوی عشق ہے۔ اس کے بعد خطوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور انجام کار اسی نوکرانی کی مدد سے ایک خفیہ ملاقات کا بھی انتظام ہوا۔ علی الصبح کہ مسٹر اور مسز میکسویل ابھی خواب راحت سے بیدار نہ ہوئے تھے۔ ہم ان کے خانہ باغ میں ملے۔ اس موقعہ پر لوئیسا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر مجھے کہا کہ تم سے میری محبت غیر فانی ہے۔ مگر اسکی وجہ سے مجھے جن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتیں

بہن ہر وقت پھدے رکھتی ہے۔ اور اسکی جلی کٹی باتیں مجبوراً سننی پڑتی ہیں۔ اس وقت میں اگر چاہتا تو مسز میکسویل کے کمینہ کا بھرم کھول سکتا تھا۔ مگر ادل کسی پر ڈھول لانا میری فطرت کے خلاف ہے۔ دوسرے وہ اس کی بہن تھی۔ اگر اس کے خلاف کچھ کہتا بھی تو وہ کیا کم رنج ہوتا؟ پس میں نے اپنی دائمی محبت کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں کہا۔ ہماری گفتگو ویسی ہی تھی۔ جیسی ان موقعوں پر عشاق میں ہوا کرتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ عنقریب بانو کو سب حال لکھ کر ان کی منظوری حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور اگر مان گئے۔ تو۔ سمسز میکسویل کتنی بھی مخالف ہوں ہمیں پروا نہ ہوگی۔ مگر لوئیسا۔ کمزور دل شرمیلی لڑکی۔ بہن کی نافرمانی کے خیال سے لرزہ براندام ہوئی جاتی تھی۔ اس نے باصرار بلیغ واقعات کا انتظار کرنے پر زور دیا۔ اور میں اس شرط پر رضامند ہوگیا۔ کہ ان خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جس حد تک ممکن ہو جاری رہے۔ وہ بھولی لڑکی نہیں مانتی تھی۔ مگر میری ضد پر آخر مان لینے پر مجبور ہوگئی۔ اس کے بعد کئی ہفتے اور گذر گئے۔ اور اس عرصہ میں ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ آہ! وہ بھی کیا دن تھے جب چھپ چھپ کر دلکشی اور دلبری کی چوگان بازی ہوتی تھی۔ جب شوخی اور شرارت کے ہنگامے بپا کئے جاتے تھے۔۔۔۔"

ایڈگر بیورے رک گیا۔ معلوم ہوتا تھا عالم خیال میں پھر ان خفیہ ملاقاتوں کی راحت کا مزا لے رہا ہے۔ جن کی نسبت اندیشہ تھا۔ کہ اب ہمیشہ کے لئے خواب و خیال ہو چکی ہیں۔

"میری داستان ختم ہوا چاہتی ہے۔" آخر کار اس نے کہا۔ "مگر اسکی تکمیل سے پہلے میں ضمناً بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت کے بعد مختلف زمانوں میں بارہا ایسی خبریں سننے میں آتی رہی ہیں جن کا مسز میکسویل کے نام پر اچھا اثر نہیں پڑ سکتا۔ میں نے سنا شادی سے پہلے وہ بڑی ہی آزاد اور رنگین مزاج عورت تھی۔ اس کے ابتدائی حالات کسی حد تک پراسرار تھے اور بعض حلقوں میں تو یہاں تک کہا جاتا تھا کہ شادی سے پہلے عرصہ تک وہ ایک مالدار رئیس کی داشتہ تھی۔ اور محض اپنی حیثیت برقرار رکھنے کو میکسویل سے شادی کی۔ یہ افواہیں صحیح تھیں یا نہیں۔ اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔ بہرحال حسین و پاکباز لوئیسا کے خلاف کبھی خفیف تر الزام بھی سننے میں نہیں آیا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جن دنوں بڑی بہن وحشت بدکرداری کی خاک چھانتی پھر رہی تھی۔ یہ کسی سکول کے بورڈنگ ہوس میں مقیم تھی۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب میں پھر اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ کوئی پندرہ دن گذر گئے

میں اسی خانہ باغ کے ایک پرفضا کنج میں بیٹھا کبھی اوپیلا کے حسن سحر انگیز اور کبھی سبزہ کی خیال انگیز محویت کو دیکھتا تھا کبھی پیار و محبت کی باتیں ہوتی تھیں۔ اور کبھی رخ تاباں کی دیدہ بوسی پیمانہ راحت کو لبریز کیے دیتی تھی۔ کہ مسز میکبیول بلائے ناگہاں کی طرح سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا اور نگاہ قہر آلود تھی۔ فرط غضب سے تھوڑی دیر ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکی۔ اسے دیکھ کر اوپیلا پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے میں بھی کسی قدر مضطرب ہو گیا۔ مگر جلدی ہی مردانہ استقلال حاصل کر کے میں نے مسز میکبیول سے کہا۔ "دیکھیئے مجھے آپ کی بہن سے سچی محبت ہے۔ میرے ارادے نیک ہیں۔ اور جیسے ہی حالات اجازت دیں گے۔ میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔" پہلے وہ غصہ میں بھر گئی تھی معلوم ہوتا تھا بہن کی بری طرح خبر لے گی۔ مگر کسی فوری خیال کے اثر سے رک گئی۔ اور انداز سکون کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے اوپیلا کو واپس گھر جانے کا حکم دے کر مجھ سے باتیں کرنے پاس بیٹھ گئی۔ پھر سرد مہری سے کہنے لگی۔ "اچھا اب بتاؤ تمہارا مستقبل کیا ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ میں ایک مالدار بیرونٹ کی جائداد کا وارث ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ بہت جلد انہیں خط لکھ کر اس شادی کے لئے رضامندی حاصل کر لوں۔" اس نے میری طرف ایک خاص نظر سے دیکھا جس کا مطلب میں اس وقت بالکل نہیں سمجھا۔ پھر کہنے لگی "اگر مجھے اس وقت جب اول مرتبہ برائٹن کے بازار میں تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تم کون ہو۔ تو میں ہرگز ہرگز وہ جرات نہ کرتی جسے تم نے بیرحمی اور سنگدلی سے رد کر کے مجھے میری ہی نظروں میں ذلیل کیا۔" اس کی بات مجھے اتنی عجیب معلوم ہوئی کہ جواب میں ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلا۔ چپ چاپ حیرت سے اسکی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں وہ پھر بولی۔ "دیکھو میرے سامنے روپ اختیار کرنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ تم مجھے کسی حال میں دھوکا نہیں دے سکتے۔ تمہیں پہلے سے معلوم تھا میں کون ہوں۔ اور اسی لئے تم نے میری التجا نامنظور کی۔ تمہاری بجائے کوئی اور ہوتا۔ تو اس عزت کو فخر و مسرت سے قبول کرتا۔ کیونکہ مجھ میں ذاتی حسن کی تو کمی نہ تھی۔ پس میں پھر کہتی ہوں۔ اس پہلی ملاقات میں گو میں نہ جانتی تھی تم کون ہو۔ مگر تم میرے سب حالات سے واقف تھے۔ اگرچہ تمہاری طرف سے یہی ظاہر کیا گیا۔ کہ تم اس بارہ میں لاعلم تھے۔ خیر یہ بناوٹ اب کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ اگر اسی پہلے موقعہ پر ہی تم مجھ سے صاف صاف کہہ دیتے۔ کہ تم کون ہو۔ اور اس کے ساتھ مجھ کا یقین دلاتے کہ میرے راز کو نہ صرف ایک

عزت دار مرد بلکہ میری بہن کے چاہنے والے کی حیثیت میں پوری طرح محفوظ رکھونگے۔ تو سچ جانو مجھے تم سے نفرت نہ ہوتی۔ ایسا میں تمہاری شکر گذار رہتی رہی تمہیں اپنے مکان پر دعوت دینا باعث عزت خیال کرتی۔ مگر تم نے جو سرد مہری اختیار کی جس قسم کا مصنوعی اخلاق برتا۔ اور جس طریقہ سے پرے پرے رہنے کی کوشش کی۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تم کو منہ سے کوئی لفظ کہہ کر میری دل شکنی نہ چاہتے تھے۔ تاہم بالواسطہ میری ذلت سے دریغ نہ تھا۔" مسٹر ایشن آپ سمجھ سکتے ہیں جس وقت مسز میکسویل یہ عجیب وغریب تقریر کر رہی تھی۔ میری حیرت کی کچھ انتہا نہ تھی۔ فرط استعجاب سے میرے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ برابر ندا ز حیرت سے اسکی طرف دیکھا کیا۔ اس کا مطلب اس نے یہ سمجھا۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں۔ بظاہر میری خاموشی سے اس کے شکوک کو اور تقویت ہوئی۔ مگر تھوڑی دیر چپ رہ کر یکایک وہ بھی میری طرف نظر حیرت سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "کیا یہ ممکن ہے۔ کہ میں ہی غلطی پر ہوں۔ اور تمہیں کچھ حال معلوم نہیں۔۔۔" وہ رک گئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ ان معاملات پر جواب تک راز میں تھے۔ اپنے آپ روشنی ڈالنا نہیں چاہتی۔ اس وقت میں نے کہا "میڈم سچ جانئے۔ آپ کا بیان میرے لئے پہیلی سے کم نہیں۔ جو کچھ آپ نے کہا۔ اس کا جواب دینا مجھ پر لازم آتا ہے۔ اور گو معاملہ نازک ہے تاہم توضیح کے لئے میں اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا پہلے دو موقعوں پر جب ہماری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے سرد مہری کا برتاؤ کیا۔ لیکن یقین فرمائیے ان موقعوں پر اگر میرا دل اس کے حسن وجمال کی تنویر سے روشن نہ ہوتا جس کی تصویر آنکھوں میں سما چکی تھی۔ تو بے شبہ آپ کے حسن سحر آفرین کی تاب نہ لا سکتا۔ آپ بھی غور کریں تو معلوم ہوگا جس روز مسٹر میکسویل نے مجھے اس جگہ مدعو کیا۔ اور میں نے آپ کو دیکھا۔ تو آپ کی طرح میں بھی چونک گیا تھا۔ باعث یہ کہ اس سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا۔ آپ ہی مسز میکسویل ہیں۔۔۔" وہ قطع کلام کر کے کہنے لگی مسٹر ہیورلے مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ اب معلوم ہوا کہ میں نے بعض معاملوں کو سمجھنے میں دھوکا کھایا۔ اور غلط فہمی سے اس قسم کے ارادے آپ سے منسوب کئے۔ جن کا واقعہ میں آپ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ میرا یہ طرز عمل فیاضی سے بعید ہے۔ اور میں اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ عہد ماضی کا ذکر جانے دیجئے۔ اب ہم اسی مضمون کا ذکر کرینگے جس کا تعلق آپ کی آمد سے ہے۔" وہ بڑی مہربانی سے مجھے کمرہ نشست میں لے گئی۔ اور کھانا پیش کیا۔ اس کے بڑھے

شوہر کو مجھے دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ مگر مسز میکسویل نے اسی قدر توضیح کافی سمجھی کہ آپ کے متعلق کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ جو شکر ہے اب رفع ہو گئی۔ اس موقعہ پر لوئیسا کو بھی بلا لیا گیا۔ اسے میری موجودگی سے اور زیادہ حیرت ہوئی۔ اور اس سے بڑھ کر ان الفاظ سے جو اس کی بہن نے میری نسبت شوہر سے کہے تھے۔ مختصر یہ کہ میری اور لوئیسا کی خوشی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ مسز میکسویل نے سابقہ سرد مہری اور بدسلوکی کی تلافی کے لئے انتہائی اخلاق و عنایت کا رویہ اختیار کیا۔ میں حیران کہ آخر یہ اُتار چڑھاؤ کیا معنی رکھتا ہے؟ مگر یہ وقت فرضی وسوسوں میں ضائع کرنے کا نہ تھا۔ میں نے لوئیسا کا لطف صحبت خوب حاصل کیا۔ اور اس دن سے یہ امر طے ہو گیا کہ ہماری ایک دوسرے سے شادی ہو گی۔"

اتنا کہہ کر ایڈگر بیورلے پھر تھوڑی دیر کے لئے چپ ہوا۔ مگر جلدی ہی اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھ کر کہنے لگا۔

"بعد ازاں مسز میکسویل سے میری ایک اور ملاقات ہوئی۔ جس میں اس نے کہا۔ اب صاف طور پر کہیے کہ آئندہ کے لئے آپ کے ارادے کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ آج ہی تاؤ کے نام ایک خط لکھوں گا جس میں سب حال مفصل تحریر کر دیا جائیگا۔ اپنی نیک نیتی ثابت کرنے کو میں وہ خط آپ کو بھی دکھا دونگا۔ میری باتوں سے اس کا اطمینان ہو گیا۔ اور اس نے اظہار اعتماد کے لئے میرا شکریہ بھی ادا کیا۔ میرا خیال تھا کہ عملی طور پر وہ خط دیکھنے کے لئے اصرار نہ کرے گی مگر اس نے انکار بھی نہ کیا۔ میں خط لکھنے اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔ اور اس وقت بار اول تاؤ کی یہ دھمکی یاد آئی۔ کہ اگر تم نے اپنے باپ کی طرح کسی بے جہیز لڑکی سے شادی کی۔ تو میں یقیناً تمہیں عاق کر دوں گا۔ پھر بھی عشق صادق میں امید و یقین دو زبردست عنصر شامل ہیں..."

"بے شک ہیں۔" کرسچن اسٹین نے آہستہ سے کہا۔ کیونکہ اس وقت اس کی اپنی حسین اسابیلا کی تصویر نظروں میں پھرنے لگی تھی۔

"پس میں نے سوچا کیا عجب میرے تاؤ یہ معلوم کر کے کہ اسکی راحت ایک ایسی نازنین سے وابستہ ہے۔ جو دولت مند نہ سہی۔ نیک، حسین اور خلیق، شیریں سخنی، متین اور بھولی ہے شادی کی اجازت دے دیں۔ میں نے خط لکھ کر لفافہ میں بند کیا۔ اور سرنامہ پر مسز میکسویل کا پتہ لکھ کر وہ اسے پڑھ کر بذریعہ ڈاک تاؤ کے پاس بھیجدے۔ اس کے بعد انتظار کی گھڑیاں جس اذیت و تکلیف سے بسر ہوئیں۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بارہا دل کو سمجھاتا کہ میری درخواست

نامنظور نہ ہوگی ۔ پھر بھی خط آنے تک فکر و تشویش لاحق رہی ۔ خدا خدا کرکے مدت انتظار ختم ہوئی
لیکن جوابی خط کا مضمون نہایت مختصر نکلا جس سے راقم کے خیالات معلوم کرنا سخت دشوار تھا ۔ لکھا
تھا : کئی دن سے مجھے نقرس کی شکایت ہے ۔ ورنہ خود براؤنٹن آکر معاملہ کا فیصلہ کرتا ۔ بہر حال اب
میں نے اور ذریعہ سے تحقیقات شروع کی ہے ۔ اور امید ہے چند دن تک مفصل لکھوں گا ۔ اس کے
ایک گھنٹہ بعد میرا نوکر ایک اور خط لایا جس میں مسز میکسویل نے لکھا تھا ۔ کہ تا اطلاع ثانی میرے
مکان پر آنے کی تکلیف نہ کیجئے گا ۔ یہ حکم گو عجیب تھا ۔ تاہم میں اس سے مایوس نہ ہوا ۔ خیال آیا مسٹر
اور مسز میکسویل چونکہ تاؤ کو جانتے ہیں ۔ اس لئے عجب نہیں اس نے ساتھ ہی انہیں بھی
خط لکھ دیا ہو ۔ اور یہ حکم اسی خط کے سلسلہ میں جاری ہوا ہو ۔ میں نے یہ بھی سوچا ۔ تاؤ کچھ عرصہ
اس معاملہ پر غور کرنا چاہتے ہیں ۔ یا شائد انہیں کسی ذریعہ سے یہ تحقیق کرنا منظور ہے کہ لوئیسا ویسی
ہی ہے ۔ جیسا میں نے اپنے خط میں لکھا ہے ۔ ان خیالات کے سلسلہ میں آخری بات جو میرے
ذہن میں بیٹھی ۔ یہ تھی کہ ان کا فیصلہ ضرور میرے حق میں ہوگا ۔ کیونکہ لوئیسا کی ذات سونے
کی طرح ہے ۔ اسے کتنا تپاؤ اور زیادہ چمکے گی ۔ لوئیسا کے بے عیب چلن پر دشمن بھی حرف گیری
نہ کرسکتا تھا ۔ اس لئے ہر قسم کی تحقیقات کا نتیجہ میرے حق میں مفید ثابت ہونا یقینی تھا ۔ علاوہ
بریں اس قسم کی تحقیقات قدرتی اور لازمی تھی ۔ کیونکہ گو تاؤ کی مسٹر اور مسز میکسویل سے اچھی
طرح جان پہچان تھی ۔ تاہم لوئیسا کو نہ انہوں نے کبھی دیکھا ۔ نہ اس سے واقفیت کا وقت ملا ۔ جن
دنوں میاں بی بی میکسویل لندن میں رہتے تھے ۔ لوئیسا سکول کے بورڈنگ ہوس میں زیر تعلیم تھی
یہ سب خیالات بڑی حد تک میرے لئے باعث تسکین تھے ۔ پھر بھی مسز میکسویل کی عائد
کردہ پابندی کسی قدر بے چین کرتی تھی ۔ خیر میں نے اس عارضی جدائی میں لوئیسا کی تسکین کے
لئے ایک خط لکھا ۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے اسکو پہنچایا کس طرح جائے ۔ بکسی خاص ارادہ
کے بغیر میں خط جیب میں ڈال کر مسز میکسویل کے مکان کی طرف چلا ۔ اور خفیہ طور پر اسی ماما سے
ملا ۔ جس نے پیشتر ہماری بہت کچھ مدد کی تھی ۔ اسکی زبانی معلوم ہوا کہ صبح ایک خط آیا تھا ۔ جسے
پاتے ہی مسز میکسویل کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہوگئی ہیں ۔ اور معلوم نہیں کب آئیں گی
اس اثنا میں مسٹر میکسویل لوئیسا کی حرکات و سکنات کی نگرانی کررہے ہیں ۔ چنانچہ اس وقت
بھی وہ انہی کے پاس کمرہ نشست میں بیٹھے ہیں ۔ اس روز چونکہ مطلع ابر آلود تھا ۔ اور ہلکی
پھوار پڑ رہی تھی ۔ اس لئے وہ کسی بہانہ باہر بھی نہ آسکتی تھی ۔ اس کے باوجود خادمہ نے

میرا خط لوئیسا کو پہنچانیکا وعدہ کیا۔ اور میں دل میں حیران ہوتا کہ مسز میکسویل کدھر گئی ہوگی۔ بارک کو واپس چلا آیا۔ میس روم میں گیا تو دیکھا تین چار افسر ایک مرد سادہ پوش سے باتیں کر رہے ہیں یہ شخص گارد فوج کا افسر تھا۔ اور کسی کام کے لئے براملٹن آیا ہوا تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا۔ تو وہ کوئی قصہ بیان کر رہا تھا۔ جو میرے لئے بھی دلچسپ ثابت ہوا۔ کہتا تھا میں ریل کے سٹیشن پر ایک گم شدہ تھیلے کی تلاش کرنے گیا تھا۔ ٹرین کی روانگی تک پلیٹ فارم پر ٹہل رہا تھا کہ ایک عورت سے ملاقات ہوئی۔ جس سے ۹۔۱۰ سال پہلے کی واقفیت تھی۔ تب اس کا حسن بے نظیر تھا۔ گو اب بھی اسکی دلفریبی میں کلام نہیں۔ بہت دنوں میرا اس کا تعلق رہا۔ مگر پھر کسی بات پر بگاڑ ہو گیا۔ تو وہ ایک مالدار بڈھے بیرونٹ کے پاس چلی گئی۔ ٹھیرو میں اس کا نام سوچکر بتاتا ہوں۔" تھوڑی دیر چپ رہکر وہ بظاہر گہری فکر میں رہا۔ پھر دفعتاً یکایک تاؤ کا نام لے دیا۔ میرے ساتھی افسر جو یہ قصہ سن رہے تھے ہنس کر کہنے لگے۔ "ارے بھئی کچھ تو لحاظ کرو۔ بھتیجے کے سامنے تاؤ کی مذمت کرتے ہو" اس پر قصہ گو نے بھی ہنسکر کہا "اس میں مذمت کی کیا بات ہے۔ میری رائے میں مسٹر نیورنے بھی اس عورت کو دیکھیں تو تاؤ کے حسن مذاق کی داد دیں گے۔ بعد ازاں اگر میں بھولتا نہیں۔ اس نے شادی کرکے نیک زندگی بسر کرنے کا عہد کر لیا تھا جس سے اسکی شادی ہوئی وہ عمر میں اس کے دادا سے کم نہ ہوگا۔ مگر چونکہ مالدار اور نرم طبیعت کا آدمی تھا۔ اس لئے بات طے ہوگئی۔ اس دن سے اس کا نام مسز میکسویل ہوگیا ہے۔" اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت تک میں نے لوئیسا کے عشق کو باقی افسروں سے پوشیدہ رکھا تھا۔ اس لئے یہ خبر سن کر جو صدمہ میرے دل کو ہوا۔ اس کا وہ لوگ کچھ بھی اندازہ نہ کر سکے۔ میں نے راز چھپانے کو ہنسنے کی کوشش کی۔ مگر یہ ہنسی پھیکی اور مصنوعی تھی۔ بعد ازاں میں اپنے کمرہ میں جاکر بحر تفکرات میں غوطے کھانے لگا۔ کبھی سوچتا تھا کیا یہ قصہ صحیح ہوگا؟ اور فوراً ہی خیال آتا کہ اس میں غلطی کا امکان ہی کیا ہے؟ اس سے پیشتر میں نے مسز میکسویل کے خلاف کئی طرح کی افواہیں سنی تھیں۔ اس بیان سے ان کی بھی تصدیق ہوگئی۔ اس انکشاف نے اس واقعہ کی بھی توضیح کردی جب اس نے مجھ پر الزام لگایا تھا۔ کہ تم نے میرے سابقہ حالات جانتے ہوئے میری تذلیل کے لئے سردمہری کا سلوک کیا جس روز میں اور لوئیسا باغ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ تو اس وقت مسز میکسویل نے یکایک سامنے آکر مجھ سے جو عجیب طرح کی گفتگو کی تھی۔ اس پر بھی اس واقعہ سے روشنی پڑگئی۔ اور میں سمجھ گیا کس لئے اس نے وہ چھٹی

دیکھنی منظور کی۔ جو میں نے لوئیسا کے متعلق تاؤ کو لکھی تھی۔ ظاہر ہوگیا۔ وہ اس خط میں فقط یہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ مجھے اس کے حالات کہاں تک معلوم ہیں۔ اور میں نے اس کے حالات کی نسبت جو غلطی ظاہر کی تھی۔ وہ کس حد تک صحیح ہے۔ سب حالات پر غور کر کے مجھے اس خیال سے سخت رنج ہوا۔ کہ لوئیسا کا ایک ادنئے اخلاق کی عورت سے رشتہ ہے۔ مگر یہ خیال پیدا ہونے کے فوراً بعد میں نے اپنے آپ کو ملامت کی۔ اور کہا لوئیسا نیکی اور عصمت کی تصویر ہے۔ اس کے خلاف ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینا بے انصافی ہے۔ انہی خیالات کے سلسلہ میں معلوم ہوگیا۔ کس لئے مسز میکسویل نے سفر اختیار کیا ہے۔ میں جان گیا کہ وہ تاؤ سے ملنے اس کے دیہاتی مکان پر گئی ہے۔ جو یہاں سے قریب ہی واقع ہے۔"

"کہے جائیے۔" کرسچن نے بے صبری سے کہا۔ کیونکہ وہ شبہات جو پیشتر اس کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ اب یہ حالات سُن کر زیادہ مضبوط ہو گئے۔

"میری داستان کا اب بہت کم حصہ باقی ہے۔" ایڈگر ہیولے نے کہا۔ "تین دن بعد مسز میکسویل کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں برامٹن کا پتہ درج تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اب وہ اپنے مکان پر واپس آگئی ہے۔ خط میں اس نے لکھا تھا۔ کہ بہت غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ لوئیسا سے آپ کی شادی ناممکن العمل ہے۔ اس لئے مہربانی سے اس سے شادی کا خیال دل سے نکال دیجئے۔ میں بوجوہ اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔" جیسا آپ دیکھ سکتے ہیں مضمون مختصر اور رنجدہ تھا۔ میں اسے پڑھ کر بہت پریشان ہوا۔ مگر وہ صدمہ جو اس کے مطالعہ سے ہوا۔ اس کا اثر ابھی رفع نہ ہونے پایا تھا کہ ایک اور خط ملا یہ تاؤ کا لکھا ہوا تھا۔ دعائے خیر کے بعد اس نے تحریر کیا۔ کہ میں نے اس معاملہ کی نسبت تحقیقات کر کے معلوم کیا ہے۔ کہ وہ لڑکی اس قابل نہیں۔ کہ تم اس سے شادی کرو۔ پس میں اسکی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور تاکید کرتا ہوں کہ اس کا خیال ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دو۔ چونکہ اس بارہ میں میرا فیصلہ ناقابل تبدیل ہے اس لئے خبردار اس مضمون پر مکرر خط نہ لکھنا۔ ورنہ میں سخت ناراض ہو جاؤنگا۔ اور اگر تم اس خیال سے میرے پاس آئے۔ کہ بالمشافہ گفتگو سے مجھے اپنا ہم خیال بناؤ۔ تو میں اس حرکت کو ہر طرح نافرمانبرداری پر محمول کر کے نوکروں کو حکم دے دونگا۔ کہ تمہیں مکان میں داخل نہ ہونے دیں۔" خط کو پڑھ کر دنیا میری نظروں میں اندھیر ہوگئی۔ اور میں تفصیلی حالات معلوم کرنے کو دیوانوں کی طرح مسز میکسویل کے مکان کی طرف دوڑا۔ وہاں جا کر پتہ چلا۔ کہ وہ کل شام واپس آئی تھی۔ مگر آج

علی الصباح لوئیسا کو ساتھ لیکر پھر کسی طرف کو چلی گئی ہے۔اس کا شوہر مسٹر میکسویل گھر پر ہی تھا۔
مگر اس نے ملاقات سے انکار کر دیا۔نوکروں سے حال پوچھا تو سب نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔یہ باتیں
مایوسی بخش تھیں۔پھر بھی میں اس معاملہ سے آسانی سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا۔خیال آیا
تاؤ کے دل میں ضرور کسی نے لوئیسا کے خلاف بے جا تعصب پیدا کیا ہے۔مگر یہ بھی غیر ممکن نظر آتا
تھا کہ یہ کام مسز میکسویل نے کیا ہو۔غرض معاملہ ایک سربستہ راز تھا جس کی نسبت میں بڑی
کوشش کے باوجود کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا۔ریل کے سٹیشن پر گیا۔تو معلوم ہوا اس روز مسز
میکسویل اور لوئیسا کے حلیہ کی عورتیں کسی گاڑی سے روانہ نہیں ہوئیں۔وہاں سے گاڑیوں
کے اڈہ میں پہنچا۔اور اس جگہ اتفاقاً معلوم ہوا کہ وہ ایک گاڑی میں ہسٹنگز کی طرف گئی ہیں۔
میں نے تعاقب کا ارادہ کیا اور فوراً بارک میں جا کر افسرِ اعلٰے سے رخصت چاہی۔بعد ازاں
انہیں ڈھونڈتا میں ہیسٹنگز پہنچا۔وہاں معلوم ہوا کہ وہ ایک سفری گاڑی میں بیٹھ کر اور آگے
روانہ ہو گئی ہیں۔میں نے بھی ایک گاڑی کرایہ پر لی۔اور ان کے پیچھے چلا۔رستہ میں جا بجا
پوچھتا جاتا تھا۔مگر کوئی قابل ذکر بات معلوم نہ ہوئی۔میرا خیال ہے مسز میکسویل کو پہلے سے
تعاقب کا احتمال تھا۔اس لیے اس نے حتے الامکان سراغ مٹانے کی کوشش کی۔اس نے
قصداً ایک چکر دار رستہ اختیار کیا۔جا بجا گاڑیاں بدلیں۔اور بہت سے آدمیوں کو رشوت
دے کر آمادہ کیا کہ وہ کسی سے اس کے سفر کا حال بیان نہ کریں۔مگر جہاں اس نے دس خرچے
تھے۔میں نے بیس ذرہ صرف کر کے صحیح حال معلوم کر لیا۔اور اس طرح آخر کار مسز میکسویل اور اس کی
بہن کا کنسٹربری تک کھوج نکالنے میں کامیاب ہوا۔مگر اس سے آگے بڑی کوشش کے باوجود ان
کا سراغ نہ ملا۔اب سخت پریشانی کی حالت میں یہ نہ جانتے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیئے رامسگیٹ
چلا آیا ہوں۔"

یہاں پر ایڈگر بیورلے کی عجیب وحیرت خیز داستان یکایک ختم ہو گئی۔اور اس کے ساتھ
ہی کرسچن نے کہا۔"سنیئے میں بتاتا ہوں۔آپ کس لئے رامسگیٹ آئے۔آپ تاؤ سے ملنا چاہتے
تھے۔مگر سارا دن گذر گیا۔اور آپ کو اس کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوئی۔اس عرصہ میں کئی
طرح کے وسوسے اور اندیشے آپ کے دل میں پیدا ہوتے رہے ہیں..."

"آپ نے بالکل صحیح جانا۔" بیورلے نے انداز حیرت سے کہا "مگر آپ کو کیونکر...؟"

"مجھے کیونکر یہ حالات معلوم ہوئے؟" کرسچن نے دفعۃً ختم کرتے ہوئے کہا "محض ایک عجیب

سلسلہ اتفاقات سے۔ حتے کہ اب میں ان باتوں پر جو آپ کے لئے بمنزلہ راز ہیں۔ اچھی طرح روشنی ڈال سکتا ہوں۔"

"آپ؟" ہیورے نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں میں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میرا دعوےٰ بے بنیاد نہیں میں ان فرضی ناموں کو جو آپ نے سرگذشت میں داخل کئے ہیں صحیح اور اصلی صورت میں ظاہر کر سکتا ہوں۔ بلکہ میں آپ کے تاؤ کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔ حالانکہ آپ نے اب تک اس کا نام نہیں لیا۔"

"اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے!" ایڈگر نے چونک کر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کا اندازہ آپ خود کرلیں گے۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "بہرحال کیا آپ کے تاؤ کا نام سرجان سٹیوارڈ۔ مسز میکسویل کا مسز آکسنڈن اور لوئیسا کا لارا نہیں ہے؟"

"اوہ! اوہ! آپ تو کوئی ولی ہیں" ایڈگر نے اور زیادہ حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "محترم دوست سچ کہنا آپ کو کیونکر...؟"

"سنئے میں سب حال بیان کرتا ہوں۔" کرسچن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس کا وعدہ کیجئے کہ آپ ان واقعات کو سکون و دلجمعی کے ساتھ سنیں گے۔"

ایڈگر ہیورے نے اس کا وعدہ کیا۔ اور کرسچن نے اس وقت سے لے کر جب اس نے پہلے روز سفری گاڑی کو حادثہ پیش آتے دیکھا تھا۔ اس وقت تک کہ اس نے درخت میں چھپ کر سرجان سٹیوارڈ کے مکان کا نظارہ کرتے ہوئے کئی پر اسرار واقعات دیکھے۔ سب حالات جن سے ناظرین آگاہ ہیں بتفصیل بیان کئے۔ ایڈگر نے ان تفصیلات کو غصہ اور حیرت کے ساتھ سنا۔ اور جب کرسچن سب حال کہہ چکا۔ تو ایڈگر میز سے ٹوپی اُٹھا کر بڑے جوش سے کہنے لگا۔ "اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ لارا کے خلاف کوئی شرمناک کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔ خواہ کچھ ہو میں سیدھا ورنر ہوم میں جا کر اس سازش کو بے نقاب کرتا ہوں۔ اپنی لارا کو مصیبت سے بچانا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

وہ دیوانوں کی طرح دروازہ کی طرف جا رہا تھا مگر کرسچن نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ "ٹھیر جاؤ میرے دوست اس بے ضرورت جوش سے تم سارا کام بگاڑ دو گے۔ خیال کرو۔ اس حالت میں وہاں جانے سے فائدہ کیا ہوگا؟ رات کے ۹ بجے ہیں۔ اس وقت وہ لوگ ہرگز آپ کو مکان میں نہ آنے دینگے۔ گویا لارا سے تو ملاقات ہوگی نہیں، مگر دشمنوں

کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ موقعہ پر پہنچ گئے ہیں جس کے بعد عجب نہیں وہ راتوں رات اسے کسی دوسری جگہ لے جائیں۔ پس جو کام کرنا ہو۔ ضبط سکون اور اطمینان کے ساتھ کرو۔ کیونکہ یاد رہے اس خاتون کا مستقبل خطرہ میں ہے۔ جس سے تم دعوئے محبت رکھتے ہو۔۔۔"

"میرے دوست تمہارا مشورہ صحیح ہے۔" بیورلے نے کرسچن کے اعتراض کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لئے تمہیں کہو کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

"بیٹھ جاؤ۔ ہم اس معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔" کرسچن نے کہا۔ "جو حالات میں نے بیان کئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سر جان سٹیڈ فورڈ کا ارادہ لارا سے شادی کرنے کا ہے۔"

"یہی میرا بھی خیال ہے۔" ایڈگر نے جواب دیا۔ "لارا چونکہ کیتھولک مذہب کی ہے اس لئے۔ اسی عقیدہ کے پادری کو طلب کیا گیا تھا۔ مگر یہ کہئے آپ کیا تجویز پیش کرتے ہیں؟" اس نے غیر معمولی بے صبری سے پوچھا۔

"میری رائے میں اس خاتون کی امداد کی واحد صورت یہ ہے۔ کہ کسی طرح اسے چھٹی بھیجکر معلوم کیا جائے۔ ہم اسے کیونکر بچا سکتے ہیں؟"

"بے شک تجویز معقول ہے۔" ایڈگر نے کہا۔ "مگر اس پر عمل کیونکر ہو۔ کس کی معرفت چھٹی بھیجی جائے۔ اور کون اس کا جواب لائے؟"

"ہاں یہ بڑی بھاری دقت ہے۔" کرسچن نے سوچکر جواب دیا۔ "مگر آہ! یاد آ گیا۔ اس موقعہ پر وہ بازی گر خوب رہیں گے۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بازی گر! کون بازی گر؟" ایڈگر نے انداز حیرت سے پوچھا۔

"تم نہیں جانتے۔ نہ میں اس وقت تفصیل بیان کر سکتا ہوں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "اس لئے تم یہیں میرا انتظار کرو۔ اور باقی سب کام میرے ذمہ چھوڑ دو۔ اگر فضل ایزدی شامل حال ہے۔ تو یقیناً ضرور کامیابی ہوگی۔" اتنا کہا۔ اور وہ ایڈگر بیورلے کو حیرت و تشویش میں چھوڑ کر تیز چلتا کمرہ سے باہر چلا گیا۔

مگر اتفاق دیکھئے کہ جس وقت وہ ایک اجنبی عورت کی امداد کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ اس کی اپنی عزیز بہن کرسٹینا ایک خوفناک مصیبت میں مبتلا تھی۔ جس کا افسوس غریب کرسچن کو کچھ بھی علم نہ تھا۔

باب ۔ ۶۶

کرسٹینا کی مشکلات

رات کے آٹھ بجے تھے ۔ اور بیز واڑ کے ایک بنگلہ کے خانہ باغ میں راجکماری اندرا اور کرسٹینا باتیں کرتی ہوئی سیر کر رہی تھیں ۔ اثنائے گفتگو میں وقفہ حائل ہوا ۔ تو دونوں اپنے اپنے خیالات میں محو ہو گئیں آخر راجکماری اندرا نے ہی مہر سکوت توڑ کر نرم لہجہ میں کہا ۔ "کرسٹینا مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے ۔ کہ تمہارے بھائی کو دوسری جگہ ملازمت مل گئی ۔ امید کرنی چاہیئے کہ یہ جگہ اس کے حسب منشا ثابت ہوگی ۔ لیکن بفرض محال اس کے لئے روزگار کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی ۔ تو میں یقیناً اس کے لئے کوئی انتظام کر دیتی ۔ "

"نیک دل بانو ۔ آپ کی عنایات ایسی نہیں ہیں کہ میں انہیں آسانی سے بھول جاؤں ۔" کرسٹینا نے جواب دیا ۔ "اس سے پہلے آپ نے باوقات مختلف میرے حال پر جو لطف و کرم کیا ہے اسکی یاد میرے لوح دل پر نقش ہے ۔ اور میں اس واقعہ کو نہیں بھولی ہوں ۔ کہ بیکاری کے دنوں میں آپ نے انتہائی فیاضی سے بھائی کے لئے نقدی بھی پیش کی تھی ۔ . . ."

"جسے اس نے لینے سے انکار کر دیا ۔" راجکماری نے فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا ۔ "اور عذر یہ پیش کیا کہ میرے پاس گذارہ لائق کافی روپیہ موجود ہے ۔ پیاری کرسٹینا سچ جانو ۔ اس واقعہ نے میرے دل میں تم بہن بھائی کی عزت دہ چند کر دی ہے ۔ اور میں یقین سے کہتی ہوں ۔ کہ زندگی کی جد و جہد میں اسے ضرور کامیابی ہوگی ۔ کرسٹینا تم ایسے بھائی کی ذات پر جتنا فخر کرو ۔ کم ہے"

"بانو ہم دونوں میں روز اول سے گہری محبت چلی آتی ہے ۔" کرسٹینا نے جواب دیا "بہن بھائی کی محبت یوں ہی کیا کم ہوتی ہے ۔ کہ ہمارے توام ہونے سے اس نے اور تقویت حاصل کی ۔ اور یتیمی نے اسے پورا مضبوط بنا دیا ۔ ایام مصیبت میں جب ہمیں کسی کا آسرا نہیں تھا تو ایک دوسرے کو تسلی دے کر زندگی بسر کیا کرتے تھے ۔ . . ."

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں ۔" راجکماری نے کہا "تمہاری صورت میں حالات نے اس رشتہ کو جو بہن بھائی میں قدرتاً ہوا کرتا ہے ۔ زیادہ مضبوط کر دیا ہے ۔ خیر شکر ہے کہ اب کرسچن کو روزگار کی فکر باقی نہیں ۔ میں تم کو پوری طرح یقین دلاتی ہوں ۔ کہ اگر حالات نے مجھے عنقریب ہندوستان جانے پر مجبور کیا ۔ تو تمہارے لئے ضرور انتظام کرتی جاؤں گی ۔ کہ

میرے بعد تمہیں بھی کسی طرح کی فکر و پریشانی نہ رہے۔"

اس ہندوستانی خاتون کی نیک دلی اور فیاضی کے تازہ ثبوت کا کرسٹینا کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں سچے دل سے راجکماری کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد اندرا تو بنگلہ میں چلی گئی۔ اور کرسٹینا ہوا خوری کے لیے تھوڑی دیر اور وہیں ٹھیر گئی۔ رات سہانی اور کرسٹینا ایسے سکون و تنہائی میں اپنے خیالات پر غور کرنے کی شائق تھی۔ پس اندرا کے جانے کے بعد طائرِ خیال نے جو پر پھیلائے تو سب سے اول اسے اپنی محسنہ زو یاد آئی۔ جو ہمیشہ اس سے ایسا ہی عنایت آمیز سلوک کیا کرتی تھی۔ اور اس کے بعد جو سلسلۂ خیالات چلا تو لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کے تصور پر جا اٹکا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ کرسٹینا اور میریڈیتھ میں گو اظہارِ محبت اب تک لارڈ آکٹیوین ہی کی طرف سے ہوا تھا۔ تاہم باطن میں کرسٹینا بھی اس کی طرف سے بے مہر نہ تھی۔ اس میں شک نہیں وہ زو کی خاطر اس کے تصور کو ہر وقت ذہن سے خارج کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ فی الحقیقت اس نے کبھی لارڈ آکٹیوین کی یاد کو قصداً دل میں جگہ نہیں دی۔ کیونکہ موجودہ حالات میں وہ اس کو بارگاہ ایزدی میں گناہ اور زو کے احسانات کی ناسپاسی خیال کرتی تھی۔ پھر بھی ہر مخالفانہ کوشش کے باوجود مختلف اوقات میں لارڈ آکٹیوین کی یاد مبہم طور پر از خود ذہن میں پیدا ہو جاتی تھی۔ مگر یہ ایک ایسی خطا تھی۔ جو بے خبری اور بے اختیاری میں اس سے سرزد ہوتی تھی۔ مانا کہ وہ بھولی معصوم اور دنیا کے نشیب و فراز سے ناآشنا تھی۔ اور یہ بھی چاہتی تھی۔ کہ حتے الامکان اپنے خیالات کو دوسری راہ پر ڈالے۔ مگر سعی عظیم کے باوجود اس کوشش میں کامیاب نہ ہوتی تھی۔ لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کا تصور کسی نہ کسی صورت میں خود بخود ذہن میں پیدا ہو جاتا تھا۔

خیر جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ راجکماری اندرا کے جانے پر کرسٹینا اپنے دل کی حالت پر غور کرنے باغ میں ٹھیر گئی۔ اور قریباً نصف گھنٹہ ادھر ادھر ٹہلتی رہی۔ ایک بار اس باڑ کے پاس سے گذرتے ہوئے جو باغ کو پاس کے کھیتوں سے جدا کرتی تھی۔ اُسے روش کے پاس اُگی ہوئی جھاڑیوں میں کچھ سرسراہٹ معلوم ہوئی۔ اور وہ اس آواز کو سن کر حالت خوف میں ٹھیر گئی۔ مگر فوراً ہمت بحال کر کے اس نے خیال کیا کوئی بلی ہے جو سوئے ہوئے پرندوں کی تلاش میں اس وقت جھاڑیوں میں پھر رہی ہے۔ اس وقت اسے راجکماری

اندرا کی بیان کی ہوئی ایک داستان یاد آئی۔ تو اس خیال سے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کہ ہندوستان میں ایسی سرسراہٹ سانپوں کی نقل و حرکت سے ہوا کرتی ہے۔ رات کے وقت ایسا واقعہ اس ملک میں پیش آتا۔ تو اس جگہ سے بھاگ مناسب ہوتا۔ مگر شکر ہے کہ خدائے کریم نے ہمارے ملک کی آب و ہوا میں وہ تاثیر رکھی ہے۔ کہ اس طرح کے مہلک حشرات الارض یہاں پیدا ہی نہیں ہوتے۔ غریب لڑکی! تجھے کیا خبر کہ جس ملک کو خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے خوفناک سانپوں کے وجود سے پاک رکھا ہے۔ وہاں کئی انسان نما سانپ ایسے موجود ہیں جن کا کام خلق خدا کی مضرت رسانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسی ناپاک ہستیاں اس ملک میں ہندوستان کے مہلک حشرات الارض سے کم نہیں۔ اور اب بھی جو آواز پیدا ہوئی وہ ایک ایسے ہی مار انسانی کی پیدا کردہ تھی۔ کیونکہ جیسے ہی کرسٹینا اس مقام سے جہاں اس کو سرسراہٹ معلوم ہوئی تھی پیچھے مڑی۔ ایک آدمی نے جھٹ سایہ سے نکل کر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سب کارروائی اس قدر جلد ہوئی۔ اور یہ واقعہ ان خوفناک خیالات کے بعد جو کرسٹینا کے ذہن میں سانپوں کی نسبت پیدا ہوئے تھے۔ اس تیزی رفتار سے پیش آیا۔ کہ غریب لڑکی فرط خوف سے مغلوب ہو گئی۔ ایک خوفناک چیخ اس کے لبوں تک آئی۔ اور رک گئی۔ پھر اسے معلوم نہیں کیا ہوا۔

حملہ جس طرح اچانک ہوا۔ اور جس تیزی سے کرسٹینا کو غش آیا تھا اسی طرح یکایک ہوش آیا تو معلوم ہوا جیسے آدمیوں میں کسی بات پر سخت جھگڑا ہو رہا ہے۔ زیادہ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں ایک گاڑی میں سوار ہوں۔ پاس ایک مرد اور سامنے کوئی نقاب پوش عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ گاڑی کھڑی ہے۔ اور گاڑیبان بظاہر کسی دوسرے گاڑیبان سے جھگڑ رہا ہے۔ کرسٹینا نے کھڑکی کے بند شیشہ کی راہ سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا یہ واقعات آکسفورڈ سٹریٹ کے ہائیڈ پارک دروازہ کے پاس ہو رہے ہیں۔ دراصل اس کے یکایک ہوش میں آنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ان کی گاڑی کی ایک اور گاڑی سے ٹکر ہو گئی۔ دوسرا گاڑیبان حادثہ کی ذمہ داری ان کے گاڑیبان پر عائد کرتا تھا۔ اور یہ اسکے جواب میں درشت زبانی سے بار بار کہتا تھا۔ کہ میری گاڑی کا جو نقصان ہوا ہے۔ اس کا حرجہ کون دے گا؟ کرسٹینا کو تھوڑی دیر یہ واقعہ خواب کی طرح معلوم ہوا۔ خصوصاً اس لئے کہ رات کا وقت اور گاڑی میں ہر طرف اندھیرا تھا۔ مگر اس نے پیشانی دبا کر زیادہ غور سے دیکھا۔ تو واقعہ کی حقیقت روشن ہو گئی اس

کا گاڑی میں سوا ہونا اور بائیں طرف ایک مرد اور سامنے نقاب پوش عورت کی موجودگی ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ نامعلوم شخصوں کی حراست میں ہے۔ اور بازاروں میں لمپوں کی روشنی اور گاڑیبانوں کی آوازیں اس کا مکمل ثبوت تھیں۔ کہ یہ واقعہ خواب نہیں ایک خوفناک حقیقت ہے۔

آن واحد میں سارے حالات سے واقف ہو کر کرسٹینا نے جوش اضطراب میں کھڑکی کا شیشہ اُتارنے کی کوشش کی۔ مگر وہ عورت جو منہ چھپائے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ غیر ملکی لہجہ میں جھڑک کر کہنے لگی "بیٹھ جاؤ مس۔ اٹھنے کی حاجت نہیں۔"

مگر کرسٹینا نے کھڑکی کھولنے کی کوشش بدستور جاری رکھی۔ اور ساتھ ہی کہا "میں نہ بیٹھوں گی۔ مجھے جانے دو۔۔۔ اتر جانے دو۔" اس پر نقاب پوش عورت نے اس کے ہاتھ کو بے رحمی سے جھٹکا دے کر پھر اس کی جگہ پر بٹھا دیا۔

"کیا آفت ہے! کم بخت گاڑی کا بم بھی اسی وقت ٹوٹنا تھا۔" اس مرد نے جو کرسٹینا کے بائیں طرف بیٹھا تھا۔ پریشان ہو کر کہا۔ یہ وہی آدمی تھا۔ جس نے کرسٹینا کو باغ میں پکڑا تھا

"بم ٹوٹ گیا!" میڈم اینجلیک نے کیونکہ نقاب پوش عورت وہی تھی۔ بگڑ کر پوچھا۔ پھر کرسٹینا سے کہنے لگی "دیکھو مس تم مہربانی سے۔۔۔"

"مجھے چھوڑ دو۔۔۔ جانے دو!" کرسٹینا نے چیخ کر کہا۔ اور اس نے گاڑی کا شیشہ توڑ کر اپنا ایک ہاتھ باہر نکال لیا۔

چیخ کی آواز ہر طرف پھیل گئی۔ میڈم اینجلیک بہت گھبرائی۔ گاڑیوں کی ٹکر کا فضیحتہ کیا کم تھا کہ اس چیخ سے افشائے راز کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حالت اضطراب میں اس نے کرسٹینا کو گردن سے پکڑ لیا۔ اور اس کا گلا دبا کر دبے ہوئے پر زور لفظوں میں کہنے لگی "بدبخت لڑکی چپ رہ! ورنہ یاد رکھ گلا گھونٹ کر مار دوں گی۔"

شدت تکلیف اور دہشت سے کرسٹینا کو پھر غش آ گیا اور اس کے بعد جب اسے ہوش آیا تو دو عورتیں سہارا دے کر گاڑی سے اتار رہی تھیں۔ سب سے پہلے جو خیال اس کے دل میں پیدا ہوا یہ تھا۔ کہ میں اب تک دشمنوں کے قابو میں ہوں۔ اس لئے اس نے چیخ مار کر ان کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ مگر جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ جنہوں نے اب اس کو سہارا دے رکھا ہے۔ وہ دشمن نہیں دوست ہیں۔ آواز پہچانی تو مسز گاڈنز کی لڑکی جینی کی تھی۔ جس کی

سفارش پر اسے لیڈی آکٹیوین میریڈتھ کے ہاں ملازمت ملی تھی۔ اس سے گو نہ تسلی ہوئی۔ پھر بھی دماغ کی پریشانی سے حالات پر غور کرنا دشوار تھا۔ واقعات اس تیزی رفتار سے پیش آئے کہ وہ نہیں جانتی تھی کیا خیال کرے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ حواس جواب دیے جاتے ہیں۔ فہم و بے خبری کی جد و جہد سے عاجز ہو کر آخر اس نے اپنی ذات کو دونو خادماؤں کے رحم پر چھوڑ دیا پریشانی میں وہ مکان کی ظاہری صورت کو اچھی طرح نہ دیکھ سکی تھی۔ اسی لئے خادمہ جیسی گائلز کی آواز پہچاننے کے باوجود یہ معلوم نہ کرسکی۔ کہ میں نے اسے پہلے کہاں دیکھا ہے۔ مگر جس وقت دونو خادماؤں نے اُسے ایک خوشنما آراستہ کمرہ میں لے جا کر صوفے پر لٹا دیا۔ پانی ملی ہوئی شراب پیش کی۔ اور اُسے تازہ دم کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ تو اب دفعتاً کرسٹینا کے دل میں ایک نئی روشنی پیدا ہوئی۔ اس وقت اول مرتبہ یاد آیا۔ کہ یہ کمرہ تو لارڈ آکٹیوین میریڈتھ کے مکان کا ہے اس کے ساتھ یہ بھی خیال آیا۔ کہ غالباً وہی مجھے رجکھاری کے مکان سے زبردستی یہاں لایا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے عشق کے نام پر اس قدر جور و تظلم دیکھ کر بیکسی سے زار زار رونا شروع کر دیا۔

ایک لمحہ اس حالت میں رہنے کے بعد اس نے کچھ سوچ کر آنسو پونچھے اور غصہ اور جوش کی حالت میں چلّا کر کہنے لگی "مجھے جانے دو۔۔ میں نہیں ٹھیروں گی۔ تمہارے بدکردار آقا کو مجھے روکنے کا کوئی اختیار نہیں"۔ اور وہ صوفے سے اُٹھ کر تیز چلتی دروازہ کی طرف گئی۔

جیسی گائلز اس کے پیچھے دوڑی اور بازو سے پکڑ کر کہنے لگی "مس الیشٹن خدا کے لئے بہکی باتیں نہ کرو۔ تم سرکار کو گالیاں دیتی ہو۔ حالانکہ انہی نے تم کو خطرہ سے بچایا۔ اب بھی ان کی گاڑی تیار کھڑی ہے۔ کہ جس وقت تمہیں ہوش آئے۔ اس پر سوار ہو کر جہاں جانا ہو چلی جاؤ"۔

ان الفاظ کو سن کر کرسٹینا لڑکھڑا گئی۔ یہ سوچ کر کہ میں نے جوش میں لارڈ آکٹیوین میریڈتھ کے خلاف کیا کیا کہہ دیا۔ اس کے دماغ میں چکر آ گیا۔ پریشان ہو کر پھر بیٹھ گئی۔ اور اپنے نازک ہاتھ سے پیشانی دبا کر زار زار رونے لگی۔

"مس میں التجا کرتی ہوں۔ نہ گھبرایئے"۔ جیسی نے کہا "یہاں آپ ہر طرح محفوظ ہیں۔ میرا خیال ہے آپ بہت ڈر گئی ہیں۔ اور ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ ان چند لفظوں سے جو سرکار نے گاڑی سے اُترتے ہی کہے تھے معلوم ہوا دشمنوں نے آپ سے بہت بدسلوکی کی۔ یہ تو آپ کی خوش قسمتی تھی۔ کہ ہمارے کوچبان کی غفلت سے دو گاڑیوں کی ٹکر ہو گئی۔ ورنہ خدا معلوم

آپ اس وقت کہاں ہیں۔"

جیسی میں تم لوگوں کی منت کرتی ہوں۔ کہ میری بے جوڑ باتوں کا ذکر اپنی سرکار سے نہ کرنا"
کرسٹینا نے التجائی انداز سے کہا "بے خبری میں نہیں معلوم میرے منہ سے کیا کیا نکل گیا۔ حالانکہ میں
ان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہنا چاہتی تھی۔۔۔"

"دیکھئے سرکار خود ہی تشریف لے آئے ہیں" جیسی نے کہا، اور وہ دوسری خادمہ کو ساتھ
لے کر کمرہ سے چلی گئی۔

ناظرین سمجھ لیں کہ لارڈ آکیٹوین میرڈیتھ کی آمد پر ان عورتوں کا باہر جانا محض ایک مودبانہ
فعل تھا۔ ورنہ اس کا انہیں خیال تک نہ تھا۔ کہ کرسٹینا کو لارڈ آکیٹوین کے پاس تنہا رہنا کسی حال
میں منظور نہیں۔ بڑی مشکل یہ ہوئی۔ کہ وہ غریب انہیں روک نہیں سکتی تھی۔ پھر حالت جوش میں
لارڈ آکیٹوین کے خلاف جو الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے تھے۔ ان کے صدمہ کا اثر اب تک
باقی تھا وہ یہ سوچ کر عرق ندامت میں ڈوبی جاتی تھی کہ جس کا مجھے شکر گذار ہونا چاہئے تھا۔ اس
کے خلاف میں نے سخت گوئی کی۔ غرض کرسٹینا کی ذہنی اور نفسانی حالت یہ تھی۔ کہ میرڈیتھ
نے پاس آکر دلفریب روپہلی آواز میں مزاج پرسی کی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے وہ غریب اُٹھ
کر کھڑی بھی نہ ہو سکی۔ ایک عجیب طرح کا اضطراب اس پر طاری تھا۔ خیالات میں دردناک
اُلجھن پیدا ہو گئی تھی۔ اور وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ مجھے اس موقعہ پر کیا کرنا اور کیا نہ کرنا
چاہیئے۔

سلسلہ داستان کو جاری رکھنے سے پہلے یہاں چند توضیحی کلمات ضروری معلوم ہوتے
ہیں۔ واقعہ یہ تھا۔ کہ لارڈ آکیٹوین میرڈیتھ کلب میں کھانا کھا کر گاڑی پر سوار ہو کر مکان کو
واپس آرہے تھے۔ کہ رستہ میں ان کی گاڑی کی ٹکر اس کرایہ کی گاڑی سے ہو گئی۔ جس میں
میڈم اینجلیک بدنصیب کرسٹینا کو بھگائے لئے جاتی تھی۔ اس کے بعد دو کوچبانوں میں
جو جھگڑا ہوا۔ اس کا حال ناظرین کو معلوم ہے۔ بات بڑھتی دیکھ کر لارڈ آکیٹوین نے کھڑکی
سے سر نکالا۔ اور وہ دوسرے گاڑیبان سے کچھ کہا ہی چاہتے تھے کہ دوسری گاڑی کی کھڑکی
کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ پھر ایک چیخ سنی گئی۔ لارڈ آکیٹوین میرڈیتھ محض رفع استعجاب
کی غرض سے۔ کیونکہ انہیں ذرا بھی گمان نہ تھا۔ کہ اس گاڑی میں کرسٹینا ہے۔ اپنی گاڑی سے
اُتر کھڑے ہوئے۔ اتنے میں چیخ کی آواز سن کر بہت سے آدمی جمع ہو گئے تھے۔ اور میڈم

ایجلیک اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوئی انہیں سمجھا رہی تھی۔ کہ میں ایک عزت دار تاجر عورت ہوں یہ لڑکی میرے ہاں کام کیا کرتی ہے۔ چند دن ہوئے یکایک بھاگ گئی تھی۔ اب میں اسے واپس لے جا رہی ہوں۔ چونکہ کرسٹینا کو دوبارہ غش آگیا تھا۔ ورنہ وہ اس کے بیان کی تردید نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے میڈم اینجلیک کا خیال تھا۔ کہ میرا عذر معقول سمجھا جائے گا۔ مگر میرڈیتھ نے معاملہ کی پوری تحقیقات پر زور دیا۔ میڈم اینجلیک کے نہ نہ کرنے پر بھی اس نے زبردستی گاڑی کی کھڑکی کھولدی۔ پھر جب اس کی نظر کرسٹینا پر پڑی۔ تو منہ سے بے اختیار کلمہ حیرت نکل گیا۔ جھٹ اسے گود میں اٹھا کر اپنی گاڑی میں پہنچایا۔ مگر جس وقت وہ اس کام میں مصروف تھا۔ میڈم اینجلیک اور اس مرد نے جو اس کا اپنا نوکر ہی تھا فرار میں سلامتی سوچی۔ فرانسیسی عورت نے گاڑیبان کو چپکے سے دو پونڈ دے دیے۔ اور دونو اتر کر ایک طرف کو بھاگ نکلے۔ چونکہ ہجوم اب اس گاڑی کے گرد جمع ہو گیا تھا۔ جس میں لارڈ آکٹیوین نے کرسٹینا کو لا کر رکھا۔ اس لئے کسی نے مفروروں کی مزاحمت نہ کی۔ لارڈ آکٹیوین کی گاڑی چل دی۔ تو ہجوم اس کرایہ کی گاڑی پر ٹوٹ پڑا۔ جو بم ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہیں رکی کھڑی تھی۔ ہر شخص گاڑیبان کو دھمکاتا تھا۔ وہ غریب ڈرا کہ ایسا نہ ہو میں ناحق کسی الیسیٹ میں آجاؤں۔ پس اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ صاحبو میرا قصور کچھ نہیں۔ یہ لوگ مجھے بازار سے ایک جگہ لے گئے تھے وہاں انہوں نے اپنے ساتھ اس لڑکی کو سوار کیا۔ اور اس نے چونکہ کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی۔ اس لئے میرے دل میں بھی کچھ شبہ پیدا نہیں ہوا۔"

ادھر گاڑیبان نے اس قسم کے بہانوں سے گلوخلاصی کرائی۔ اور دوسری جانب لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ کی گاڑی کرسٹینا کو لئے ریجنٹس پارک کی طرف چلتی گئی۔ رستہ میں لارڈ آکٹیوین بیہوش کرسٹینا کو اپنے بازو کا سہارا دیے بیٹھا رہا۔ اور اوہ! یہ وقت اس عاشق صادق کے لئے کتنا راحت بخش تھا! اس موقعہ پر اگر ہم یہ کہیں کہ رستہ میں اس نے ایک مرتبہ بھی بیہوش کرسٹینا کی سنگ مرمر کی ایسی پیشانی کو بوسہ نہیں دیا۔ تو یقین ہے ناظرین اس بیان کو جھوٹ سمجھیں گے۔ اور ان کا خیال یقیناً صحیح ہوگا۔ کیونکہ لارڈ آکٹیوین بھی آخر کوئی فرشتہ نہیں تھا۔ پھر بھی گو وہ دونو گاڑی میں تنہا تھے۔ اور گو کرسٹینا بیہوش اور لارڈ آکٹیوین کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ تاہم انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ سارا رستہ کوئی برا خیال یا ناپاک ارادہ میرڈیتھ کے ذہن میں ہرگز پیدا نہیں ہوا۔ نہ اس نے اس کے بیہوش جسم کو چھاتی سے لگانے کی

کوشش کی۔ اس لئے کہ پری جمال کرسٹینا سے اس کی محبت صحیح معنوں میں پاک تھی۔ گو اس وجہ سے کہ اس کی شادی ایک اور عورت سے ہو چکی تھی۔ دنیاوی اخلاق اسے ناپاک ہی قرار دیتا تھا

اس مختصر کیفیت کے بعد ہم پھر اپنی داستان کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ لارڈ آکلیٹوین اور کرسٹینا کو ہم نے ایک کمرہ میں تنہا چھوڑا تھا۔ وہ نازنین بے جان مورت کی طرح کرسی پر بیٹھی تھی۔ اور میریڈیتھ اس کے پاس کھڑا کسی قدر آگے جھک کر مودبانہ لہجہ میں خیریت مزاج پوچھ رہا تھا۔

بڑی مشکل سے اوسان سنبھال کر کے کرسٹینا نے آہستہ سے کہا۔"مائی لارڈ آج آپ نے مجھ غریب پر جو احسان کیا ہے۔ میں اسے مدت العمر فراموش نہ کروں گی۔ میں نہیں جانتی۔ وہ لوگ کون تھے جو مجھے گاڑی میں بٹھا کر بھگا لے جانا چاہتے تھے۔ نہ یہی معلوم ہے کہ اس سے ان کا مقصد کیا تھا۔ بہرحال آپ کی بروقت امداد نے مجھے ان موذیوں کے چنگل سے چھڑا دیا۔ اور شکر خدا کہ اب ہر طرح محفوظ ہوں۔"

"مس الیشٹن یقین کیجیے اگر مجھکو معلوم ہوتا آپ کا مکان کہاں ہے۔ تو سیدھا آپ کو وہاں لے جاتا۔" میریڈیتھ نے اس خیال سے کہا۔ کہ اسے میرے ارادوں کی نسبت غلط فہمی نہ ہو۔"مگر افسوس۔ مجھے آپ کا ٹھکانا معلوم نہ تھا۔ میرے سامنے کبھی اس کا ذکر نہیں آیا۔ نہ میں نے دریافت کرنے کی جرأت کی۔"

"اس عنایت آمیز توجہ کے لئے میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" کرسٹینا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔"اور اب اجازت دیجیے کہ میں اپنے مکان پر چلی جاؤں۔" پھر کچھ سوچ کر۔"ہاں یہ اتنی مہربانی اور کیجیے۔ کہ نوکر کو حکم دے کر میرے لئے ایک کرایہ کی گاڑی منگا دیجیے۔"

"مگر میری اپنی گاڑی جو حاضر ہے۔" میریڈیتھ نے جو کرسٹینا کے عندیہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہا۔"آپ بے کھٹکے اس میں سوار ہو کر جائیں۔ میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اپنے نوکروں سے یہ معلوم کرنے کی ہرگز کوشش نہ کروں گا۔ کہ آپ کا مکان کہاں ہے۔"

کرسٹینا کو یہ انتظام ناپسند تھا۔ مگر انکار کو سوئے ادب پر محمول کیا جاتا۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا کہ اسے لارڈ آکلیٹوین کے وعدہ پر یقین نہیں ہے۔ پس شرماتے ہوئے بولی۔"خیر آپ کو بار احسان بڑھانے پر اصرار ہے۔ تو میں انکار نہیں کر سکتی۔"

میریڈیتھ اب تک انتہائی جبر سے کام لے کر ضبط کئے ہوئے تھا۔ مگر اب اس بھولی اور

متیو بیورٹ کو معصومانہ انداز سے سامنے کھڑے دیکھ کر دل اتنا بے قرار ہوا کہ ضبط و تحمل ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ ہر قسم کے تکلف کو بالائے طاق رکھ کر اس نے عاشقانہ لجاجت سے کہا۔ "پیاری کرسٹینا۔ آخر اتنی سرد مہری کیوں؟ یہ انتہائی رسمی تکلف کس لئے؟ الٰہی کیا جاتے ہوئے میری طرف ایک بار بھی نظر محبت سے نہ دیکھو گی؟"

"مائی لارڈ" کرسٹینا نے بدقت سکون برقرار رکھتے ہوئے انداز وقار سے کہا "میری حالت پیچیدہ اور طبیعت پریشان ہے۔ ازراہ کرم ان مشکلات سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کیجئے۔۔۔"

"کرسٹینا اظہار مدعا ایک لفظ میں بس ہے۔" لارڈ آکٹیوین نے پرجوش لہجہ میں کہا "میں پوچھتا ہوں۔ کیا تم سے محبت کرنا گناہ ہے؟ یا اسی کو لوگ جرم قرار دیتے ہیں کہ میں دنیاوی راحت کی ساری امیدوں کو اس ایک خیال سے وابستہ کرتا ہوں۔ کہ شاید کبھی تم میری محبوب و محترم بیگم بنو۔"

"مائی لارڈ۔ میں ایسی باتیں نہیں سن سکتی۔۔۔ میں ایسی باتیں نہیں سنوں گی۔" کرسٹینا نے حالت اضطراب میں جواب دیا "ان سے میری۔ آپ کی اور ہم دونوں سے زیادہ میری فیاض محسنہ کی توہین ہوتی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ دروازہ کی طرف چلی۔

"کرسٹینا" میبریڈیتھ نے پھر التجائی لہجہ اختیار کر کے کہا۔ "تم کیا اس طرح خفا ہو کر جاؤ گی؟ سنگدل بے مہر۔ یاد رکھو حالت یاس میں میں کوئی ایسی بات کر لوں گا جس کا بعد میں تم کو بھی افسوس ہوگا۔ خدا شاہد ہے کہ میں سچے خیالات ظاہر کرتا ہوں۔۔۔"

"صاحب یہ دھمکی اب پرانی ہو چکی ہے۔" کرسٹینا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اس نے پریشانی کی حالت میں پھر اپنی پیشانی کو دبایا۔

"کرسٹینا۔ کرسٹینا۔ دل نہیں مانتا کہ ایسی حسین صورت اتنی سرد مہر ہو سکتی ہے۔" آکٹیوین نے کہا "کہیں؟ کیا میں غلط کہتا ہوں؟ مان لو کہ میری طرح تمہارے دل میں بھی درد ہے۔ کہہ دو کہ تمہاری طرح میں بھی اس وقت کا انتظار کروں گی۔ جب ہم شادی کر سکیں گے۔ کیونکہ سچ جانو۔ تو اب بہت دنوں زندہ نہیں رہ سکتی۔۔۔ خدا کے لئے بولو۔ چپ کیوں ہو؟"

یہ کہتے ہوئے میبریڈیتھ نے اس کے قدموں میں گر کر ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا دوسرے سے اس نازنین نے اب تک پیشانی کو دبا رکھا تھا۔ میبریڈیتھ اس کے دست حنائی کو منہ سے لگایا چاہتا تھا۔ کہ دفعتاً کرسٹینا نے جھٹک کر ہاتھ چھڑا لیا۔ اور دوڑ کر باہر نکل گئی۔ میبریڈیتھ کو پیچھے

جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ اس وحشت میں بھی وہ اچھی طرح محسوس کرتا تھا۔ کہ ایسی حرکت کو کرسٹینا گستاخی پر محمول کرے گی۔ پس ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے دونو ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا اور اپنی حالت زار پر غور کرنے لگا۔

کرسٹینا ڈیوڑھی میں گئی۔ تو جیسی اور دوسری خادمہ وہاں موجود تھیں۔ بغور سننے پر بھی کسی کے پیچھے آنے کی آواز سنائی نہ دی۔ اس نے سمجھا میریڈیتھ جوش کو ضبط کر گیا۔ جیسی گاؤن اس کے لئے اپنی ٹوپی اور شال لے آئی۔ اور اس عرصہ میں کرسٹینا نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو لارڈ آکٹیوین کی گاڑی پر سوار ہو کر نہ جاؤں گی۔ ڈرتی تھی۔ کہیں آکٹیوین حالت جوش میں وعدہ بھول کر کسی وقت راجکماری کے مکان پر نہ چلا آئے۔ پس مکان سے نکل کر پیدل ہی روانہ ہوئی۔ حسن اتفاق سے رستہ میں ایک کرایہ کی گاڑی مل گئی۔ اس پر سوار ہو کر وہ قریباً ایک گھنٹہ میں بحفاظت بینروارڈ پہنچ گئی۔

راجکماری اندرا اس کی پر اسرار گمشدگی پر سخت پریشان تھی۔ کرسٹینا نے اُسے سب حالات سے واقف کیا۔ مگر اپنی سرگذشت کا وہ حصہ چھوڑ دیا۔ جس کا تعلق لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ کے مکان کے واقعات سے تھا۔ سارے حالات سن کر اندرا نے جو نتیجہ اخذ کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ یہ شرارت فرانسیسی عورت میڈم ایجبیک کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔ مگر کرسٹینا سے اس نے کچھ نہیں کہا۔ بہرحال جو بدسلوکی غریب کرسٹینا سے ہوئی تھی۔ اس کا اندرا کو سخت رنج ہوا۔ اگرچہ وہ بڑی کوشش کے باوجود اس بات کو تحقیق کرنے سے قاصر رہی۔ کہ اغوا کا مقصد سیاہ کار فرانسیسی عورت کے اوباش مربیوں کے لئے تازہ شکار تلاش کرنا تھا۔ یا کچھ اور۔ کرسٹینا چونکہ تھکی ہوئی تھی۔ اس لئے اندرا اُسے خوابگاہ میں لے گئی۔ اور وہاں اپنے ہاتھ سے اس کو مسکن ادویہ استعمال کرائیں۔ اور اس وقت تک کرسٹینا کے سرہانے بیٹھی رہی جب کہ اسکی آنکھ لگ گئی۔

نوکروں کو کرسٹینا کی واپسی کی خبر ملی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ مگر ان میں ایک عورت ایسی تھی جو ظاہر میں ہمدردی کرتے ہوئے دل میں کرسٹینا کے بچ آنے پر سخت ملول و افسردہ تھی۔ غالباً ناظرین سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ یہ عورت سگو نہ تھی ؟

باب - ۶۷

نقاب پوش مہمان

نظارہ بدلتا ہے جس شب کے واقعات اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ اسی رات انگلستان کے ایک امیر اعظم کے مکان پر جلسہ رقص تھا۔ اس تقریب پر انگلستان کے سربرآوردہ اکابر وعمائد نیز ان کی بیگمات کے نام دعوتی رقعے بھیجے گئے تھے۔ اور حلقہ فیشن کا شاید ہی کوئی نامور آدمی ایسا ہوگا جو اس جلسہ میں مدعو نہ ہوا ہو۔ قدرتی طور پر سب تیاریاں اعلیٰ اور پرشوکت پیمانہ پر کی گئی تھیں کیونکہ امیروں کا کام دولت کمانا نہیں۔ اسکو صرف کرنا ہے۔ مزدور لوگ شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد اپنے لئے خالی ضروریات زندگی حاصل کریں تو بلا سے۔ امرا اور ان کے متعلقین کے لئے تو ہر قسم کی راحت و آسائش کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔

صاحبان بزم کی تعداد کثیر فینسی پارچات میں ملبوس تھی۔ اگرچہ بعض مرد اور عورتیں ایسی بھی تھیں۔ جنہوں نے روزمرہ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان میں قابل ذکر ہمارے جرمن دوست ڈیوک آف سٹالبرگ تھے جن کے متعلق انصاف ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر ایک بالکل نیا سوٹ پہن کر آئے تھے۔ جلسہ رقص کی دھوم میں انہیں اس کا گمان تک نہ ہوگا۔ کہ اس روز ان کے سابق معتمد نے بیرن رگیڈ بیک کو جو ایک زمانہ میں نامدار ڈیوک کے گردم آف دی سٹول کے عہدہ پر مامور تھا۔ نٹوں کی جماعت میں شہنائی بجاتے اور ڈھول پیٹتے دیکھا۔ ان کے علاوہ ڈیوک آف مارچ مونٹ بھی شریک بزم تھے۔ انہیں ہر وقت راجکماری اندرا کے انتقام کا خوف پریشان کئے رکھتا تھا۔ اور وہ ان اندیشوں سے عارضی نجات حاصل کرنے کے لئے ہی یہاں تشریف لے آئے تھے۔

انتظام یہ تھا کہ جن لوگوں نے فینسی لباس پہنے ہوئے ہیں وہ رات کے دو بجے تک انہی کو پہنے رکھیں کہ تفنن و تفریح کا دور اس وقت تک جاری رہے حتےٰ کہ حاضرین کا ذخیرہ ظرافت ختم ہو جائے۔ شاید یہ عرصہ طویل اس خیال سے تجویز کیا گیا تھا۔ کہ امرا کے پاس مال و دولت کی طرح ظرافت و تمسخر کا بھی لاانتہا ذخیرہ جمع رہتا ہے۔

گرینڈ ڈیوک آف سٹالبرگ اس جلسہ میں شریک ہوئے تو بیرن رگیڈ بیک کے سوا باقی عملہ بدستور ان کے ساتھ تھا۔ مگر کسی وجہ سے وہ اس نیم گرسنہ جماعت کو اپنے ہمراہ جلسہ

میں نہیں لائے۔ بلکہ ہوٹل میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میرسامان کونٹ فونکی۔ حاجب خاص شوبلیر گمبین سواری کے کماندار۔ جرنیل ہمل سینکن۔ مہر بردار ہیرسمگب داروغہ اصطبل شوبلیر کیجر۔ عصا بردار کونٹ فرسین ہاسن اور وزیر خزانہ بیرن فاردن لیس یہ سب سیوارٹ ہوٹل میں ہی گنجفہ کھیلنے یا حصول تفریح کے لئے طرح طرح کی تجویزیں سوچنے میں مصروف تھے۔ فی الحقیقت انہیں اس بات کا سخت رنج تھا۔ کہ ہمیں کیوں شریک بزم نہیں کیا گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرہ میں جمع ہوکر وہ بہت دیر تک اس سوال پر غور کرتے رہے کہ اس بدسلوکی کا کیونکر انتقام لیا جائے۔ کہ یکایک شوبلیر کیجر کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جسے اس نے حاضرین کے روبرو بیان کیا۔ ہر شخص نے تجویز پسند کی۔ اور اتفاق رائے سے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کافی غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ اس تجویز کو عمل میں لانے کا فرض شوبلیر کیجر کے ذمہ ہی ڈالا جائے۔ اور وہ اس پر رضامند بھی ہو گیا۔ مگر اب ایک بھاری وقت یہ پیدا ہوئی کہ مقام جلسہ تک جانے اور واپس آنے کے لئے کم از کم دو شلنگ گاڑی کا کرایہ درکار تھا اور حضرت کے پاس دو کھوٹی کوڑیاں بھی نہ تھیں۔ بڑی مشکل سے ان کے دوستوں نے ایک ایک آدھ آدھ پنس جمع کرکے رقم پوری کی اور شوبلیر صاحب مہم کی سرانجام دہی کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر رخصت ہو گئے تو باقیوں کے دل میں ایک اور اندیشہ یہ پیدا ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو حضرت مقام جلسہ تک جانے کی بجائے کسی شراب خانہ میں بیٹھکر ساری رقم شراب پینے میں ہی صرف کردیں۔ اور واپس آکر یہ بہانہ بنائیں کہ میں اس کام کی انجام دہی کے لئے مقام جلسہ تک تو گیا۔ مگر افسوس کہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لیکن اب واقعات کا انتظار کرنے کے سوا چارہ بھی کیا تھا؟ پس اس کی عدم حاضری میں دوستوں نے وقت گذارنے کے لئے آپس میں جھگڑنا شروع کردیا۔ قریبا ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد شوبلیر کیجر واپس آیا۔ تو چہرہ سرخ اور آثار اطمینان لئے ہوئے تھا۔ سرخ اس لئے کہ اس مکان پر جہاں جلسہ رقص تھا۔ اسے نوکروں کے کمرہ میں برانڈی کا تیز گلاس پینے کا موقعہ مل گیا۔ اور اطمینان یوں کہ وہ جو انتظام کرنے گیا تھا اس میں کامیاب ہوکر آیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ شوبلیر کیجر کے خصائل کی نسبت اس کے دوستوں کا اندازہ کتنا غلط تھا۔ چھوٹے چھوٹے سکے جمع کرکے انہوں نے اس کے لئے جو دو شلنگ گاڑی کا کرایہ جمع کیا تھا۔ وہ اس نے شراب خانہ میں بیٹھ کر نشہ اور تمباکو پر ضائع نہیں کیا۔

اس تفصیل کے بعد ہم پھر جلسہ رقص کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ مہمانوں کے لئے سامان اکل وشرب اور فواکہات کا نہایت معقول انتظام کر دیا گیا تھا۔ مگر یہ لوگ اب تک شاید اس لئے ادھر متوجہ نہ ہوئے تھے کہ ان کے نزدیک رات زیادہ نہیں گذری تھی کھانا کھانے کے کمرہ میں داروغہ خوراک کی الماریوں کے پاس بت کی طرح بے حرکت کھڑا تھا۔ اتنے میں ایک مہمان جس کا چہرہ لمبی نقاب میں چھپا ہوا تھا خراماں خراماں کمرہ میں داخل ہوا۔ نقاب میں بنے ہوئے سوراخوں کی راہ سے اس نے ان میزوں کی طرف پرشوق نظروں سے دیکھا جن پر الوان نعمت چنے ہوئے تھے۔ پھر بڑے اطمینان سے بیٹھ کر گوشت اور چوزہ مرغ کے تناول میں مشغول ہوا۔ داروغہ نے جھٹ شامپین کی بوتل کھول کر حاضر کی۔ جو ذرا سی دیر میں خالی ہو گئی۔ گو یہ امر اس لحاظ سے باعث حیرت نہ تھا کہ مقابلہ میں خوراک کی بھی کچھ کم مقدار ختم نہیں کی گئی کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ نقاب پوش مہمان حد درجہ بلا نوش تھا۔ اس کا چہرہ پوری طرح نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اور لقمہ ڈالتے وقت صرف ذرا سا منہ ننگا ہوتا تھا۔ مگر یہ بات چنداں حیرت خیز نہ تھی۔ کیونکہ یہ انتظام کیا گیا ہے کہ جن مہمانوں نے فینسی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ وہ مقررہ وقت تک اپنی صورت چھپائے رکھیں۔ جب تک نقاب پوش کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ نوکر مودبانہ فاصلہ پر کھڑے رہے۔ کسی کو پاس آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کہ مبادا ہمارے استعجاب کو گستاخی پر محمول کیا جائے۔ آخر بہت سا کھانا کھا کر اور شامپین کی ایک بوتل کے علاوہ پورٹ اور شیری کے چند گلاس ختم کر کے مہمان مذکور باہر چلا گیا۔

اس کے بعد قریباً بیس منٹ کا عرصہ گذر گیا۔ اس دوران میں کئی مہمان شراب لیمونیڈ وغیرہ پینے کمرہ مذکور میں آئے اور چلے گئے۔ اور داروغہ بدستور الماری کے پاس جم کر کھڑا رہا یکایک کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہی نقاب پوش مہمان جو تھوڑی دیر پہلے بے شمار کھانا کھا کر رخصت ہوا تھا۔ دوبارہ کمرہ مذکور میں داخل ہو رہا ہے۔ داروغہ نے سمجھا۔ اب کی مرتبہ ان کی آمد محض تفریح یا دوسرے مہمانوں سے گفتگو کرنے کے لئے ہو گی۔ مگر ناظرین اسکی حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب نقاب پوش مہمان نے آتے ہی ایک میز پر بیٹھ کر جو چیز سامنے آئی اُسے چٹ کرنا شروع کر دیا۔ سب خانسامانی نوکروں کی طرح داروغہ کی طبیعت بہت پرسکون واقع ہوئی تھی مگر جب اس کے دیکھتے دیکھتے ایک بہت بڑا اسنوسہ جو کئی آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ثابت کا ثابت مہمان کے بھرے ہوئے پیٹ میں چلا گیا۔ تو ایک بار تو وہ بھی چونک گیا۔ مگر اس کو

بہرحال اپنا فرض ادا کرنا تھا۔ پس جلدی ہی اوسان بحال کر کے اس نے شاہین کی ایک اور بوتل کھولی اور معزز مہمان کے پاس رکھ دی۔ جو منٹوں میں خالی ہوگئی۔ اس موقعہ پر بھی مہمان مذکور نے ٹھوس اور رقیق غذاؤں کی بہت بڑی مقدار ختم کی اور آخر اتنا سیر ہو کر کہ داروغہ کے خیال کے مطابق اب اس کے پیٹ میں ایک قطرۂ آب کی بھی گنجائش نہ تھی۔ رخصت ہوا۔

اس کے جانے پر تین چار اور مہمان آگئے۔ اس لئے نوکروں کو نقاب پوش مہمان کی بلا نوشی پر رائے زنی کا موقعہ نہ ملا۔ کچھ دیر کے بعد کمرہ خالی ہوا۔ تو داروغہ سوچنے لگا کہ واللہ اس قدر کھانے کے بعد کیا نقاب پوش مہمان کی حالت اس اژدہا سے مختلف ہوگی جس نے اپنے سے دوگنا وزنی شکار پیٹ میں ٹھونس لیا ہو۔ مگر بات ابھی دل ہی میں تھی کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہے وہی بلا نوش حضرت پھر تشریف لا رہے ہیں!

دل سے کہنے لگا۔ "آپ کے تو میں شرط لگاتا ہوں کہ یہ شخص تیسری بار کھانا کھانے نہیں آیا" نوکروں نے بھی ایک دوسرے کی طرف پرمعنی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

مگر واقعہ میں نقاب پوش مہمان کھانے کے تیسرے دور میں حصہ لینے کے لئے ہی آیا تھا بڑے اطمینان کے ساتھ میز پر بیٹھ کر اس نے بے دریغ چھری کانٹے کا استعمال شروع کر دیا جس قدر نعمتیں پاس پاس رکھی ہوئی تھیں سب اپنے لئے سمیٹ لیں۔ اور جب شاہین کی تیسری بوتل پیش کی گئی۔ تو اسکو بھی ایسے اطمینان سے پینا شروع کر دیا۔ گویا بار اول پی رہا ہے۔ داروغہ بہت دیر تک فرط حیرت سے منہ کھولے اسکی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر یکایک اس خیال سے چھت کے روشن فانوس کی طرف دیکھنے لگا۔ کہ یہ سب کچھ خواب پریشان تو نہیں ہے۔ اس نے کئی بار آنکھیں مل کر دیکھا۔ مگر اس بارہ میں کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا کہ میں خواب میں ہوں یا حالت بیداری میں۔ اس اثنا میں نقاب پوش مہمان قریباً بیس منٹ وہاں بیٹھا ہوا مصروف طعام رہا بہرحال داروغہ کی حیرت اس وقت تک کم نہ ہوئی تھی کہ وہ کمرہ سے رخصت ہوگیا۔

اب رات چونکہ زیادہ جا چکی تھی۔ اس لئے مہمان بڑی تعداد میں کھانا کھانے آ رہے تھے ان کی مصروفیت میں داروغہ کا ذہن پُرخوری کے اس عجیب و حیرت خیز واقعہ سے تھوڑی دیر کو ہٹ گیا۔ اور شاید کچھ عرصہ بعد اُسے شک ہونے لگتا۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ کہیں نظری دھوکا تو نہیں تھا۔ کہ اتنے میں حضرت سلامت چوتھی بار تشریف لاتے ہوئے نظر آئے!

"الٰہی خیر!" داروغہ نے بے اختیار اپنے آپ سے کہا۔ "کہیں آپ چوتھی مرتبہ کھانا کھانے

تو نہیں آئے ؟ پر نہیں یہ عملی طور پر ناممکن ہے۔ انسان تو کیا حیوان کے پیٹ میں بھی اتنی گنجائش نہیں ہو سکتی۔"

مگر اپنی غلط فہمی کا احساس جلد ہی معلوم ہو گیا۔ کیونکہ نقاب پوش مہمان نے آتے ہی سابقہ مستعدی سے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ اور ساتھ کے ساتھ شامپین کی ایک بوتل بھی ختم کر دی۔ غریب داروغہ کے دل میں اب ایک عجیب طرح کا خوف پیدا ہونے لگا۔ بچپن میں اسکی دادی چھلاووں کے قصے سنایا کرتی تھی۔ جو اپنی مرضی سے طرح طرح کی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ کہنے لگا "ضرور یہ شخص انسان نہیں کوئی چھلاوہ ہی ہے۔ جو انسان کا روپ اختیار کر کے مکان میں گھس آیا ہے۔"

طبیعت سخت پریشان ہو رہی تھی۔ مگر پاس ادب اظہار حیرت سے مانع تھا۔

دل ہی دل میں کہنے لگا "اب کی بار یہ شخص ذراسی چٹنی یا کریم یا کوئی اور لطیف شے چکھنے کو آتا تو ایک بات تھی۔ مگر اسے چوتھے دور میں دو آدمیوں کے برابر کھانا ختم کرتے دیکھ کر واقعی مجھے اپنی قوت باصرہ پر شک ہونے لگا ہے۔ اور پھر دیکھو نا اس نے شراب بھی کچھ کم نہیں پی۔ اسے اگر تو کسی انسان کا بچہ ہے۔ تو ضرور راہ کر لڑکھڑا جائے گا۔"

مگر نقاب پوش مہمان کی طرف سے کسی بھی کمزوری کا جس کا داروغہ کو احتمال تھا۔ اظہار نہ ہوا۔ مساوی مقدار میں کھانا اور شراب ختم کر کے وہ بڑے استقلال کے ساتھ چلتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ داروغہ یہ سوچتا ہی رہ گیا کہ ظالم کے پیٹ میں شامپین کی چار اور شیری اور پورٹ کی دو بوتلیں اور متعدد گلاس مختلف شرابوں کے سما گئے۔ مگر اس کے حواس پر ذرا بھی اثر پیدا نہ کر سکے۔ باقی نوکروں کی حیرت بھی داروغہ سے کچھ کم نہ تھی۔ اور وہ یقیناً اونچی آواز سے چہ میگوئیاں کرتے۔ اگر اور مصروفیتیں درپیش نہ ہوتیں۔

مہمان اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں آنے لگے تھے۔ اور چونکہ ان میں اکثر نقاب پوش تھے۔ اس لئے چھپے ہوئے منہ سے کھانے پینے کے عمل میں خوب ہنسی ٹھٹھا ہوتا رہا گو شان امارت کی برقراری کے خیال سے کسی نے ہنسی کی آواز کو بلند نہیں ہونے دیا۔ اس چہل پہل میں داروغہ کی توجہ ان ناگوار خیالات سے جو ذہن میں پیدا ہو رہے تھے۔ ہٹ گئی۔ اور رفتہ رفتہ بالکل محو ہو جاتی۔ کہ اتنے میں مہمان موصوف کی پانچویں تشریف آوری نے پھر انہیں بے رحمی سے تازہ کر دیا۔

خود سے کہنے لگا "اگر اب کی بار بھی اس نے کھانا شروع کیا۔ تو اس کے معنی یہی ہوں گے

کہ یا میں دیوانہ ہو گیا ہوں ۔ یا اس شخص کی ہستی فوق الفطرت ہے ۔ کم از کم اس کے بعد میرا فرض ہوگا کہ یہاں سے سیدھا بیڈلم کے پاگل خانہ جا کر اس کی گھنٹی بجاؤں ۔ اور درخواست کروں ۔ کہ یارو مجھے بھی اسی میں داخل کر لو ۔"

لیکن گو نقاب پوش مہمان نے پانچویں بار کھانا کھانا شروع کر دیا ۔ تاہم داروغہ نے پاگل خانہ جانے کا عہد پورا نہیں کیا ۔ اور کرتا بھی کیسے ؟ وہ تو اس طرح بدحواس ہو رہا تھا ۔ گویا بھوت دیکھا ہو ۔ اسی حیرت میں اب کی بار اسے شاہپین کی بوتل میز پر رکھنا یاد نہیں رہا ۔ آخر جب اس کے نائب نے ادھر توجہ دلائی تو داروغہ کے منہ سے بے اختیار ایک لمبی سانس نکلی ۔ گویا کچھ کہنا چاہتا تھا ۔ مگر کہہ نہ سکا ۔ اس نے شاہپین کی بوتل پر ہاتھ ڈالا ۔ مگر پھر کچھ سوچ کر رک گیا ۔

دل سے کہنے لگا ۔ "اتنی شاہپین کے بعد اگر اب ایک بوتل برگنڈی کی پیش کی جائے تو کیا حرج ہے ؟"

ایک خیال کے سلسلہ میں دوسرا پیدا ہوا جو یہ تھا ۔ کہ کسی طرح اس آدمی کی صورت دیکھنے کا موقعہ مل جائے تو اس کا فیصلہ ہو ۔ کہ یہ جن ہے یا انسان ۔ جی کڑا کر کے وہ اس مقام کی طرف چلا ۔ جہاں نقاب پوش کھانا کھانے میں مصروف تھا ۔ اور ڈرتے ڈرتے جھک کر ۔ کیونکہ خوف تھا کوئی ہیبت ناک صورت نظر نہ آئے ۔ اس نے رک رک کر کہا ۔ "جناب ... مائی لارڈ ... یور گریس ..." غریب کو معلوم نہ تھا مجھے کونسا القاب استعمال کرنا چاہیئے ۔ "میں نہایت ادب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا حضور کو تھوڑی سی برگنڈی پیش کی جائے ؟"

"نہیں ۔ شاہپین !" نقاب پوش نے بھاری آواز سے کہا ۔ ایک تو لہجہ کی سختی ۔ دوسرے نقاب کے اندر اینٹھی ہوئی مونچھوں کے درشن ۔ غریب داروغہ ڈر کر جھٹ پیچھے ہٹ گیا ۔

شرمندہ ہو کر اس نے پھر وہی الماری کھولی ۔ اور دوسرے نوکر کے ہاتھ شاہپین کی کھلی بوتل مہمان کے پاس بھیجدی ۔ یہ بھی تھوڑے عرصہ میں ختم ہو گئی ۔ اور انصافاً کہنا پڑتا ہے ۔ کہ پانچویں دور میں بھی پُراسرار مہمان نے پہلے کی نسبت کم کھانا نہیں کھایا ۔ پھر حسب معمول مستقل حال چلتا وہاں سے رخصت ہوا ۔ داروغہ کو ہر لحظہ اندیشہ تھا ۔ کہ وہ ٹھوکر کھا کر گرا کہ گرا ۔ مگر نہیں ۔ وہ انتہائی اطمینان کے ساتھ چلتا نظروں سے غائب ہو گیا ۔ اور اس کے جانے پر بدنصیب داروغہ کے منہ سے پھر ایک بار اطمینان کی آہ نکلی ۔

اب رات کا ڈیڑھ بج گیا تھا ۔ اور مہمان کھانے سے فارغ ہو کر اس انتظار میں تھے کہ

وقت مقررہ پر اپنے نقاب اتار دیں۔ کھانے کے کمرہ میں فقط داروغہ اور اس کے ماتحت نوکر ہی رہ گئے۔ مگر داروغہ بڑی کوشش کے باوجود کمرہ کے دروازہ سے نظر ہٹانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا ہر وقت یہی کھٹکا لگا ہوا تھا۔ کہ نقاب پوش مہمان اب آیا کہ آیا۔ کئی بار دل کو سمجھاتا۔ کہ اب اس کا آنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ مگر پھر خیال آتا۔ کہ جو شخص پانچ بار کھانا کھا سکتا ہے۔ اس کے چھٹی بار کھانے میں کیا تعجب ہے۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور ایک شخص کمرہ میں داخل ہوا۔ آواز سن کر داروغہ چونک گیا تھا۔ مگر جب دیکھا۔ کہ آنے والا نقاب پوش مہمان نہیں۔ بلکہ صاحب خانہ ہے۔ تو اطمینان ہوا۔

میزبان نے پاس آ کر پوچھا "کیوں جی کھانے کا انتظام کیسا رہا؟ کیا سب لوگ مطمئن ہو کر گئے؟"

"ہاں سرکار۔ اچھی طرح۔" داروغہ نے ادب سے جھک کر جواب دیا۔

"شاباش" میزبان نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ ہر چیز بے دریغ مہیا کی جائے۔ اور سب مہمان سیر ہو کر جائیں۔"

"میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ سب مہمان اچھی طرح سیر ہو گئے ہیں۔" داروغہ نے جواب دیا "خصوصاً ایک صاحب۔ ۔ ۔ انہوں نے تو۔ ۔ ۔"

"میں تمہارے حسن انتظام سے بہت خوش ہوں۔" میزبان نے کہا۔ مگر یکایک داروغہ کے چہرہ پر اضطراب دیکھ کر کہنے لگا۔ "کیوں مگر ان ایک صاحب کے ذکر میں کیا خصوصیت ہے؟"

"سرکار کیا عرض کروں۔" داروغہ نے رکتے رکتے کہا "کئی بار اس خیال سے رکتا ہوں کہ ایسا نہ ہو حضور مجھے پاگل خیال کریں۔ مگر بات پھر بھی منہ سے نکل جاتی ہے۔ مہمانوں میں ایک صاحب جنہوں نے سیاہ نقاب پہنی ہوئی ہے ایسے ہیں۔ کہ متواتر پانچ بار تشریف لائے اور پورے تین مرغ دو بڑے سنبوسے۔ گوشت کی چھ طشتریاں۔ پانچ بوتلیں شامپین۔ تین شیری اور بورڈو کی اور قریباً درجن بھر گلاس متفرق شرابوں کے ہضم کر گئے۔"

"کیا کہتے ہو اگھانس تو نہیں کھا گئے کیا؟" میزبان نے جس کی اپنی صورت سے اضطراب وخشونت کا اظہار ہونے لگا تھا کہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ مجھے اس شخص کو حقیقتاً پاگل سمجھنا چاہیئے۔ یا محض نشہ میں بہک رہا ہے۔

"حضور والا میں بالکل صحیح عرض کرتا ہوں۔" بدنصیب داروغہ نے باصرار جواب دیا

جس شخص کا حال میں نے عرض کیا ہے۔ اس نے واقعی پانچ بار آکر پانچ شخصوں کے برابر کھانا کھایا ہے۔۔۔ اررر! لیجیئے پھر آپہنچا!"

میزبان نے مڑ کر دیکھا تو نقاب پوش مہمان واقعی چھٹی بار دروازہ کی راہ سے اندر آرہا تھا قریب تھا۔ کہ کھانے کی میز پر بیٹھ جائے کہ میزبان کی صورت دیکھکر پہلے رُکا۔ پھر واپس جانے کے لئے دروازہ کی طرف مڑا۔ میزبان کے دل میں شک ہوا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ تیز چل کر اس نے نقاب پوش مہمان کو بازو سے پکڑ لیا۔ اور گو اس کی گرفت میں کسی طرح کی سختی نہ تھی پھر بھی نقاب پوش کے لئے بازو چھڑا کر جانا غیر ممکن تھا۔ اتفاق سے اس وقت صاحب خانہ کی بیگم ڈیوک آف سٹالبرگ اور چند دوسرے مہمانوں کو ساتھ لئے موقعہ پر آگئیں۔ ڈیوک کو دیکھ کر بدنصیب نقاب پوش کے مُنہ سے دردناک آواز نکلی۔ اور وہیں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ حاضرین کو اس سے بہت تعجب ہوا اور میزبان کی بی بی نے اس ڈر سے کہ نامعلوم کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ شوہر کا بازو پکڑ لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے آگے بڑھ کر پُراسرار مہمان کی نقاب اُٹھا دی۔ اور ساتھ ہی ڈیوک آف سٹالبرگ کے مُنہ سے بے اختیار نکلا "ارے! یہ تو میرے عصا بردار کونٹ فرمین ہاسن ہیں!"

میزبان نے سمجھ لیا۔ کہ واقعہ کی تہ میں ضرور کچھ راز ہے۔ جس کا انکشاف بے لطفی پیدا کرے گا۔ پس معاملہ کو ہنسی میں ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کونٹ فرمین ہاسن کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ بدنصیب شخص جھٹ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا جس کے بعد ڈیوک آف سٹالبرگ۔ کونٹ فرمین ہاسن اور صاحب خانہ یہ تینوں ایک جدا کمرہ میں گئے۔ اس جگہ ڈیوک نے کونٹ کی طرف سختی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آخر یہ کیا اسرار ہے؟ تم یہاں کیسے چلے آئے؟" اس موقعہ پر ڈیوک کے عصا بردار نے جو حالات بیان کئے۔ ان سے اس تجویز کی نوعیت ظاہر ہوئی۔ جو ڈیوک آف سٹالبرگ کے ارکان عملہ نے میٹروپول ہوٹل میں سوچی تھی۔ جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ ان لوگوں کو اس بات کا رنج تھا کہ ہمیں کیوں شریک جلسہ نہیں کیا گیا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے شویلیر کیچر کو انتقامی تدبیر کے عمل کا فرض سپرد کیا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا ایک جرمن خادم شویلیر کا دوست تھا۔ اس نے اس سے مشورہ کیا۔ تو نو کہنے پہلے امداد کی ناقابلیت ظاہر کی۔ پھر کچھ سوچکر کہنے لگا۔ ہاں ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے۔ اس پر عمل کر کے اکیلے تم جلسہ دعوت میں کھانا کھا سکتے ہو۔ معلوم ہوا جن معزز مہمانوں کو شریک جلسہ ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ان میں سے ایک اتفاقاً بیمار ہوگیا۔ اور جاتے وقت اپنی نقاب وہیں چھوڑ گیا۔ یہ نقاب اس

نوکر نے شویلیر کیجر کو لادی۔ مگر ساتھ ہی تاکید کی کہ اسے نقطۂ نظر سے پہننا کسی اور کو ہرگز نہ دینا۔ مگر شویلیر اکیلا ہی دعوت کے مزے اڑاتا تو دوستوں کے سامنے ندامت سے سر جھکانا پڑتا۔ پس اس نے واپس جاکر ساتھیوں کو سب حال سے واقف کیا۔ اور کچھ سوچ کر سب کے سب پیدل ہی مقام جلسہ کو روانہ ہوئے۔ چونکہ دربان جانتا تھا یہ لوگ ڈیوک آف سٹابرگ کے اہلکار ہیں۔ اس لئے وہ داخلہ میں مزاحم نہ ہوا۔ اور یہ لوگ نقاب کو کپڑوں میں چھپا کر جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر ایک آدمی باری باری وہی ایک نقاب اوڑھ کر کھانا کھانے کے کمرہ میں جائے اور واپس آکر نقاب دوسرے کو دے دے۔ چونکہ شویلیر کیجر کا حق افضل تھا۔ اس لیے سب سے پہلے وہ گیا۔ اس کے بعد ڈیوک کا میر سامان کونٹ روئکی تیسری باری حاجب خاص شویلیر گمبین کے حصہ آئی اور چوتھی سواری کے کماندار جرنیل ہمل سینکن کے۔ پانچویں بار ڈیوک کے مہر بردار ہیر ہمباگ نے دعوت کے مزے اڑائے۔ چھٹی باری کونٹ فرمین ہاسن عصا بردار کی تھی۔ اور ساتویں نمبر پر بیرن فارون لیس وزیر خزانہ تھے۔ مگر جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ ان کی بدقسمتی سے سب راز چھٹے نمبر پر ہی فاش ہو گیا۔ اس لئے نہ صرف کونٹ فرمین ہاسن۔ بلکہ ان کے ساتھ بیرن فارون لیس بھی خالی پیٹ رہے۔ اس سے ان کی روح کو جو صدمہ ہوا ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ خود اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔

یہ حالات تھے جو کونٹ فرمین ہاسن کی زبانی صاحب خانہ اور ڈیوک آف سٹابرگ کو معلوم ہوئے۔ دونوں کو اس سے رنج و ندامت ہوئی۔ اور آخری فیصلہ یہ کیا گیا۔ کہ فرمین ہاسن کو سزائے موقوفی دی جائے۔ مقام جلسہ سے واپس جاتے ہوئے ڈیوک آف سٹابرگ کے باقی اہلکار تو مسرور و مطمئن تھے۔ مگر کونٹ فرمین ہاسن اور بیرن فارون لیس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جتنا ان کے دوست دعوتی کھانے کی تعریف کرتے۔ اتنی ہی ان کی بدمزاجی ترقی کرتی تھی مگر اب چارہ کار کیا تھا؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ بھی اس جلسہ میں شریک تھے۔ مگر اتفاق سے وہ ان بھوکے جرمنوں کا راز فاش ہونے سے پہلے ہی رخصت ہو چکے تھے۔ فی الحقیقت ابھی رات آدھی بھی نہیں گذری تھی۔ کہ وہ چپ چاپ اس بزم سے رخصت ہو گئے اور اپنی گاڑی میں سوار ہو کر کوچبان کو اس بازار کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ جہاں میڈم اینجلیک رہتی تھی۔ انہیں اطلاع دی گئی تھی۔ کہ کرسٹینا ایشٹن کے اغوا کی کارروائی اس رات عمل میں آنے والی ہے

پس وہ نتیجہ معلوم کرنے کو بیتاب تھے۔ در اصل فرانسیسی عیارہ کا ارادہ کرسٹینا کو اپنے مکان پر رکھنے کا نہیں تھا۔ کیونکہ ایک تو مسٹر شیڈ بوٹ کی تشریف آوری کے دن سے وہ پولیس کی طرف سے بہت خائف رہتی تھی۔ دوسرے کاروباری مصلحت سے بھی کرسٹینا کو باہر ہی رکھنا چاہتی تھی۔ گاڑی میں بھی اس نے اس خیال سے نقاب اوڑھ رکھی تھی کہ کرسٹینا آئندہ کسی موقعہ پر مجھے دیکھے تو پہچانے نہیں۔ ایک ادنےٰ کوٹھی دار سے اس کا انتظام کیا گیا تھا۔ کہ کرسٹینا کو اس کے مکان میں رکھ کر اس کی عصمت برباد کی جائے۔ کہ اس کے بعد وہ گناہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو۔ اور شرم وندامت سے دوستوں کے پاس واپس جا کر اغوا کا حال بیان نہ کر سکے۔ یہ وہ خوفناک سازش تھی جو معصوم اور پاکباز کرسٹینا کے خلاف سوچی گئی۔ مگر جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ گاڑیوں کی اتفاقی ٹکر کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی

جس محلہ میں میڈم اینجلیک کا گھر تھا۔ وہاں پہنچ کر ڈیوک آف مارچ مونٹ گاڑی سے اُترا اور گاڑیبان کو رخصت کرکے فرانسیسی عورت کے مکان کی طرف چلا۔ وہ عیارہ اپنے خوشنما آراستہ کمرہ میں ملول و محزون بیٹھی ہوئی تھی۔ شراب کے کئی گلاس پی چکی تھی۔ لیکن موجودہ رنج وتشویش میں اس سے بھی کچھ تخفیف نہ ہوئی۔ ڈیوک نے صورت دیکھتے ہی پہچانا کہ بات ضرور بگڑ گئی ہے۔ پھر جب میڈم اینجلیک نے سب حالات بیان کئے۔ تو اسے سخت ہی افسوس ہوا۔ اس نے اس شخص کا حلیہ دریافت کیا۔ جو کرسٹینا کو اپنی گاڑی میں سوار کرکے لے گیا تھا۔ تو معلوم ہو گیا کہ وہ لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ کے سوا اور نہ تھا۔

کہنے لگا "مجھے بہت مدت سے معلوم تھا۔ کہ میرڈیتھ کو اس لڑکی سے عشق ہے۔ کیا عجب آئندہ وہ اسی کی ہو کر رہے۔"

"یا کیا عجب وہ خاتون اندرا کے پاس واپس چلی جائے۔" میڈم اینجلیک نے جلدی سے کہا "جس صورت میں مکار ہندوستانی عورت ضرور جان لے گی۔ کہ اغوا میں در اصل کس کا ہاتھ تھا۔ مائی لارڈ مجھے تو یہ الجھن گھٹنے کی بجا بڑھتی ہی نظر آتی ہے۔"

"میری حالت بھی تم سے مختلف نہیں۔" ڈیوک نے پریشانی کے لہجہ میں کہا۔ "بہرحال گذشتہ ناکامیوں پر دست افسوس ملنے کی بجا اب کوئی اور تجویز سوچنے کی فکر کرنی چاہیئے۔۔۔"

"آپ ہی بتائیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟" میڈم اینجلیک نے حالت اضطراب میں پوچھا۔

"یہ سوال بے شک قابل غور ہے۔" ڈیوک نے تسلیم کیا۔ "پھر بھی تم جانتی ہو اندرا تمہاری

دشمن ہے۔ اسی نے تمہارے خلاف پولیس میں رپٹ دی تھی۔ اب اس واقعہ سے تمہارے خلاف اُس کا غصہ اور بھڑک جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے میڈم اینجلیک کے چہرہ کو گہری نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھا کی۔ مگر بہت دیر تک اس کا عندیہ نہ سمجھ سکی حتیٰ کہ آخرکار ڈیوک کے چہرہ کی سیاہی نے دل میں ایک مبہم سا خیال پیدا کیا۔ سہمی ہوئی نظروں سے ادھر اُدھر دیکھ کر یہ جاننے کے بعد کہ کوئی تیسرا پاس نہیں ہے۔ اس نے دبی ہوئی آواز سے کہا "مائی لارڈ۔ صاف صاف کہیے آپ کا منشا کیا ہے؟"

"منشا! منشا اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح اندرا کو ٹھکانے لگا یا جائے۔" ڈیوک نے اسی طرح دبی آواز سے جواب دیا۔ "خواہ یہ کام سگونہ کی معرفت ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔"

میڈم اینجلیک تھوڑی دیر نظر جھکائے گہری فکر میں رہی۔ پھر کہنے لگی "آپ کو یاد ہے پچھلی مرتبہ سگونہ نے صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ کہ میں اس وقت تک کوئی کارروائی نہ کروں گی جب تک کرسٹینا گھر میں موجود ہے۔ افسوس ہم نے اُسے رستہ سے ہٹانے کی جو کوشش کی وہ بھی ناکام رہی۔"

ڈیوک سوچنے لگا۔ مگر جب بہت دیر تک کوئی نیا خیال دل میں پیدا نہ ہوا تو ناچار سگونہ کی امداد حاصل کرنے کے سوال پر ہی توجہ دینی پڑی۔ بولا "میری رائے میں تم ایک بار پھر اس نوکرانی سے ملو۔۔۔ دیکھو وقت قیمتی ہے۔ اور بے سود حجتوں سے کچھ حاصل نہیں۔ ہم دونو کی سلامتی اسی میں ہے۔ کہ سگونہ سے مدد لی جائے۔ ورنہ یاد رکھو اندرا کی عداوت سے بہت جلد ہمارے سب راز فاش ہو جائیں گے۔ اور تم جلد یا بدیر یقینی طور پر جیلخانہ نیوگیٹ میں پہنچ جاؤ گی۔"

"نیوگیٹ!" بدنصیب عورت نے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اب اس کا چہرہ بہت زرد اور اُترا ہوا تھا۔

"ہاں نیوگیٹ" ڈیوک نے موثر انداز سے کہا "میڈم خوب یاد رکھو۔ کہ اگر تم نے جلد کوئی تدبیر نہ کی۔ تو اغوا کی اس واردات کے سلسلہ میں کالا پانی نہیں۔ تو دو سال قید سخت کی سزا تو ضرور پاؤ گی۔"

"خداوندا تیری پناہ!" بدنصیب عورت نے دونو ہاتھ ملتے ہوئے کہا "کیا اسکی بھی نوبت

آئی تھی! خیر۔ کچھ ہو مجھے پھر ایک بار سگونہ سے ملنا چاہیئے۔ میں اس پر سارے مکر و فریب آزماؤنگی اور اس کے دل پر خاص اثر ڈالنے کی کوشش کروں گی۔"

"بس تو ضرور کل اس سے ملو۔" ڈیوک نے کہا۔ "اور اگر اپنی سلامتی کی قدر کرتی ہو۔ تو اب کی بار کوئی پختہ بندوبست کر کے آؤ۔ میں کل سویرے کسی بہانہ سیر ہڈیقہ کے مکان پر جاؤں گا اور معلوم کروں گا کہ کرسٹینا اسی کے پاس ہے یا واپس چلی گئی۔ . مگر نہیں" یہ اس نے کچھ سوچکر جلدی سے کہا "میں کس لئے تکلیف کروں۔ تم سگونہ کی زبانی ہی سب حال معلوم کرسکو گی۔"

قریباً نصف گھنٹہ وہ دونو اپنی ناپاک تجاویز کے پہلوؤں پر بحث کرتے رہے۔ جس کے بعد ڈیوک رخصت ہوا۔ اور میڈم اینجلیک اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ مگر پہلے تو اسے دیر تک نیند نہ آئی۔ اور آخر جب آنکھ لگی تو خواب میں رات بھر طرح طرح کی ہیبتناک صورتیں اس کا خون خشک کرتی رہیں۔

باب ۔ ۴۹

نئی سازشیں

دوسرے دن نو نہیں بجے تھے کہ میڈم اینجلیک اودنے لباس پہن کر اجکماری اندرا کے بنگلہ پر گئی قریباً پاؤ گھنٹہ وہ مکان کے پاس پاس پھرتی رہی حتٰے کہ سگونہ نے اسے دیکھ کر پہچانا۔ اتفاق سے دوسرے نوکر اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ اور داروغہ مارک گھر میں چاندی کے برتنوں کی پڑتال کر رہا تھا اس لئے ہندوستانی خادمہ کو عیار فرانسیسی عورت سے باتیں کرنے کا موقعہ مل گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس باڑی کی طرف گئی۔ جہاں اکثر ان کے خفیہ مشورے ہوا کرتے تھے۔ اور آتے ہی طنز سے کہنے لگی۔

"بس۔ ہار گئیں کیا؟ چڑیا کو پکڑا تو سہی۔ پر اُسے قابو کرنا نہیں آیا۔"

"کیا وہ مکان پر واپس آگئی؟" میڈم اینجلیک نے بے صبری سے پوچھا۔

"نہیں تو کیا باہر رہ جاتی؟"

"خیر جانے دو۔" میڈم اینجلیک نے جلدی سے کہا۔ "اور اب یہ بتاؤ تمہاری بیگم کو کسی پر شبہ تو نہیں ہے؟"

"مس ایشٹن نے واپس آکر جو سرگذشت ان سے بیان کی اسے میں نے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر شروع سے آخر تک سن لیا تھا۔" سگو نہ نے جواب دیا "مجال نہیں اس کا ایک لفظ بھی چھوڑا ہو اس بیان کا جو اثر بیگم کی طبیعت پر ہوا ہے اسے جان کر کہہ سکتی ہوں کہ ان کا شبہ تمہیں پر ہے۔ وہ جانتی ہیں تم نے ہی کرسٹینا کو بھگانے کی کوشش کی۔"

"تب کیا وہ میرے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟" فرانسیسی عورت نے فکرمند ہو کر پوچھا۔

"اس کا مجھے علم نہیں۔" سگو نہ نے سرد مہری سے جواب دیا "میں کسی کے دل کا حال کیسے جان سکتی ہوں۔"

"دیکھو سگو نہ۔" میڈم انجلیک نے خادمہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے کرسٹینا کو بھگانے کی پوری تندہی سے کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔ یہ ہماری بدقسمتی تھی بہر حال اب تمہیں لازم ہے کہ اس عہد کو جو ایک بار تم نے کیا تھا۔ کہ جب تک کرسٹینا اس گھر میں رہتی ہے میں بیگم کے خلاف کوئی حرکت نہ کروں گی ترک کر دو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہیں ان سے بغض ہے۔ اور وہ اب تک رفع نہیں ہوا۔ اس لئے اب اور زیادہ لازم آتا ہے۔ کہ تم انہیں جتنا جلد ممکن ہو۔ راہ سے ہٹانے کی کوشش کرو۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" سگو نہ نے اسی سرد مہری کے لہجہ میں پوچھا۔

"ٹھیرو میں سمجھاتی ہوں۔" میڈم انجلیک نے جواب دیا۔ "سب حال جان کر تم سمجھ جاؤ گی کہ اس میں ہمارا مشترکہ فائدہ ہے۔"

ہندوستانی خادمہ کے عنابی ہونٹوں پر حقارت آمیز تبسم نمودار ہوا انداز نخوت سے بولی "کیا کہتی ہو ہمارا فائدہ مشترک کیسے ہے؟"

"سنو میں بیان کرتی ہوں۔" میڈم انجلیک نے کہا۔ "تمہاری بیگم نے میرے خلاف انتقامی تدبیریں شروع کر دی ہیں۔ اس سے بحث نہیں وہ تدبیریں کیا ہیں۔ بہر حال اتنا ظاہر ہے۔ کہ وہ مجھے تباہ اور برباد کرنا چاہتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسٹر شیڈبولٹ کے واقعہ کو یاد کر کے کانپ گئی۔ پھر کہنے لگی "تم سمجھ سکتی ہو۔ جب ایک بار اس نے میرے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ تو وہ آسانی سے دست بردار نہ ہو گی۔ بالفرض اس نے اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہ کی۔ تو کیا؟ وہ مس ایشٹن کو میرے خلاف چارہ جوئی پر آمادہ کر سکتی ہے۔۔۔۔"

"ہاں پر ان باتوں کا مجھ سے کیا واسطہ ہے؟" سگونہ نے بے صبری سے پوچھا "اس میں شک نہیں چند موقعوں پر میں تمہاری باتیں سن کر امداد پر رضامند ہو گئی۔ اور تمہارے انتقام کا ذریعہ بننا بھی منظور کیا۔ مگر اس سے کب لازم آتا ہے۔ کہ میں ہر بار تمہاری ان بھدی تجویزوں میں شریک ہونا منظور کروں گی جن کا انجام مسلسل ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اول تمہارے نامرد ڈیوک نے ایک قیمتی موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ پھر کل رات تم نے جو کوشش کی۔ اس میں کامیاب ہوتیں تو ایک بات تھی۔ مگر وہاں گارڈوں کی ٹکر نے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ گویا کہیں تمہاری کم حوصلگی۔ کہیں قدرتی اتفاقات سے بات ہر بار بگڑ جاتی ہے۔ اس لئے معاف کرو۔ میں تمہاری شرکت سے بھر پائی۔ اب آخری فیصلہ یہی ہے۔ کہ جب تک اس لڑکی ایشٹن کو یہاں سے نہ لے جاؤ گی۔ میں کسی کام میں تمہارا مدد نہ دوں گی۔"

سگونہ کی اس لمبی تقریر کا جو انداز حقارت و سرد مہری سے کی گئی تھی۔ ہر لفظ میڈم اینجلیک کے سینہ میں خنجر کی انی کی طرح چبھا مگر وہ مصلحتاً چپ رہی۔ آخر کہنے لگی "دیکھو سگونہ میں بہت جلد تمہیں اس کا یقین دلا دونگی۔ کہ ہمارے فائدے ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرض کرو کہ جیسا آثار سے پایا جاتا ہے۔ تمہاری بیگم نے میرے خلاف قانونی کارروائی کی۔ اور مجھے حوالہ انصاف کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ تو میں کیا چپکے چاپ جیل جانا منظور کروں گی؟ کیا اس وقت میں سب حال ظاہر نہ کر دوں گی؟..."

"آہ! میں اب سمجھی" سگونہ نے چونک کر کہا۔ اور اس کی خوشنما موٹی آنکھیں فرط جوش سے جگمگا گئیں۔ پھر وہ میڈم اینجلیک کی طرف نفرت و حقارت سے دیکھ کر کہنے لگی "اب میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر تم نے میرا راز فاش کرنے کی جرات کی تو میں اس کا خوفناک انتقام لئے بغیر نہ رہوں گی... سچ جانو۔ تم خواہ جیل کی چار دیواری میں ہو۔ یا سنگین کوٹھری کی تاریکی میں میرا خنجر وہیں تمہارے سینہ کے پار ہوگا۔"

"مگر اس کے بعد تم بھی سکھ کی زندگی بسر نہ کر سکو گی۔ بہت جلد تمہیں بھی پھانسی کی رسی پر لٹکنا پڑے گا۔" میڈم اینجلیک نے غیر معمولی استقلال سے جواب دیا "اس لئے دیکھو ایک دوسرے کو دھمکا کر طاقت سلب کرنا زیبا نہیں۔ میں تمہیں اچھی طرح جان گئی ہوں۔ اور تم بھی میرے حالات سے بے خبر نہیں ہو۔ ہماری بہتری باہم مل کر کام کرنے میں ہے۔ آپس کے لڑائی جھگڑے میں نہیں۔ اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ تمہیں یقین ہو جائے۔ ہمارا فائدہ اور نقصان

مشترک ہے۔"

سگونہ تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر غصے سے بھری ہوئی آواز میں جسے اب تک اس نے قصداً دبا رکھا تھا۔ دلی جوش کو چہرہ پہ ظاہر نہ کرتے ہوئے اس نے کہا "سچ سچ اگر تم نے غداری کی تو میرے لیے مشکل کا سامنا ہوگا۔ اچھا اب بیان کرو کہ اس وقت کیا کہنے آئی ہو؟ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تمہارا آنا مطلب سے خالی نہیں۔ بس جو کہنا ہو۔ فوراً کہہ دو۔"

"میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ کہ جس کی زندگی میں ہمارے لئے خطرہ اور موت میں سلامتی ہو۔ اس کا مرنا ہی بہتر ہے۔" میڈم اینجلیک نے اپنے لفظوں پر زور دے کر گہری آواز سے کہا۔

"یہ بھی تو کہہ دیا ہوتا۔ کہ یہ کام فقط تمہارے ہاتھ سے ہونا چاہیئے۔" سگونہ نے طنز سے کہا۔ "مگر نہیں۔ میں کہتی ہوں ایسا نہ ہوگا۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کرسٹینا ایشٹن سب حالات سے اتنی واقف ہو چکی ہے کہ بیگم کی ہلاکت کا الزام بے روک مجھی پر عائد ہوگا۔"

"ٹھہرو۔ میں بھی اس کام میں مدد کر سکتی ہوں۔" میڈم اینجلیک نے کہا۔ "کیوں بھلا میں کسی مہلک زہر کی شیشی لا دوں تو کیسا ہو؟" یہ کہتے ہوئے اس نے ہندوستانی خادمہ کے چہرہ کی طرف نظر تجسس سے دیکھا۔

"نہیں! نہیں!" سگونہ نے استقلال سے جواب دیا۔ "جب تک مس ایشٹن اس گھر میں رہتی ہے۔ زہر اور خنجر دونوں بے کار ہیں۔ اسکی نیند بہت ہلکی ہے۔ دوبارہ اس نے مجھے رات کو بنگلہ میں تنہا پھرتے دیکھا۔ حالانکہ ان موقعوں پر میں نے خفیف سی آہٹ بھی پیدا نہیں کی۔ پھر ایک بار وہ مجھے بیگم کی خوابگاہ میں جاتے بھی دیکھ چکی ہے۔ تب اس نے موثر لفظوں میں کہا تھا۔ رات کو آوارہ پھرنا نیکوں کا کام نہیں۔ کیونکہ یہی وہ وقت ہے۔ جب قتل کا جہنمی فرشتہ دنیا میں نمودار ہوتا ہے۔"

"آہ! یہ الفاظ اس نے کہے تھے؟" میڈم اینجلیک نے سہمی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"یہ کیا۔ اس نے بہت کچھ کہا تھا۔" سگونہ نے جواب دیا۔ "اس لئے سچ جانو۔ اگر اس گھر میں کوئی واردات ہوئی تو سب سے پہلے مجھی پر شک ہوگا۔ پس میرا اٹل فیصلہ یہی ہے کہ جب تک کرسٹینا ایشٹن میری حرکات کی نگرانی کر سکتی ہے۔ میں نہ خنجر سے وار کروں گی۔ نہ زہر کو استعمال۔ میرا ملک ہوتا تو دوسری بات تھی۔ پھر مجھے ان باتوں کی ذرا بھی پروا نہ ہوتی۔ وہاں میں اس کام کو ایسے طریق پر سرانجام دیتی کہ مجھ پر شبہ کا خفیف سا امکان نہ ہوتا۔ وہاں خنجر اور زہر دونوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ میں آت

کو ایک زہریلا سانپ اس کے کمرہ میں چھوڑ دیتی وہ اسے سوتے میں ڈس لیتا ۔ اور صبح اس کی لاش کے گرد لپٹا ہوا پایا جاتا ۔ ۔ ۔"

"آہ! ہندوستان میں تم ایسا کرتیں؟" میڈم اینجلیک نے جس کا تخیل ہر قسم کی برائی میں نہایت وسیع تھا ۔ چونک کر پوچھا ۔

"ضرور کرتی ۔" خادمہ نے جواب دیا "کیونکہ اس صورت میں ہر شخص یہی سمجھتا ۔ اُسے اتفاقاً سانپ نے ڈسا ہے ۔ اس کا کسی کو خیال تک نہ آتا ۔ کہ وہ سانپ قصداً وہاں چھوڑا گیا ہے ۔ مگر جو چیز ہمارے ملک کی ہر جھاڑی کے پیچھے یا گھاس کے اندر مل سکتی ہے ۔ وہ اس عجیب وغریب ملک میں نایاب ہے ۔"

سگونہ کی تقریر سے میڈم اینجلیک کے دل میں ایک نیا خیال پیدا ہوا ۔ کہنے لگی ۔ "اچھا تو اگر یہاں بھی تمہارے لئے سانپ مہیا کر دیا جائے ۔ تو اس سے کام لو گی؟ تمہارے دل میں کیا اتنا حوصلہ ہوگا؟ مگر نہیں ۔ تجویز مضحکہ خیز ہے ۔ اور میرے خیال میں تم نے محض اس لئے یہ بہانہ پیش کیا ہے کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ۔ نہ ایسا جانور ملیگا ۔ نہ کام کرنا پڑے گا ۔ ورنہ تم اور افعی پر ہاتھ ڈالو! اوہ!"

ہندوستانی خادمہ کے لبوں پر حقارت آمیز تبسم نمودار ہوا ۔ کہنے لگی "تم میری بات کی ہنسی میں اڑاتی ہو ۔ مگر میں نے بارہا نہایت خطرناک سانپوں کو ان ہاتھوں سے پکڑا ہے ۔ تمہیں کیا معلوم ان کو پکڑنے کی ایسی ایسی ترکیبیں ہیں ۔ کہ انہیں وار کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا ۔ میں نے بارہا ان کے قہر وغضب کی بے بسی کو دلچسپی سے دیکھا ہے ۔ سانپ پھن پھیلائے اپنی چھوٹی چمکدار آنکھوں سے میری طرف دیکھتا ہے ۔ مگر کر کچھ نہیں سکتا ۔ دراصل مجھے سانپوں کو پکڑنے کا شوق بچپن سے ہے ۔"

"کیا اب بھی سانپ پر ہاتھ ڈال سکتی ہو؟" میڈم اینجلیک نے فکر کے لہجہ میں جس کے ساتھ خوشی کا خفیف عنصر شامل تھا ۔ خادمہ کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

"کیوں نہیں ۔" سگونہ نے جواب دیا "مگر ان باتوں کا ذکر ان لوگوں سے بے سود ہے ۔ جو اعتقاد نہیں رکھتے ۔ ۔ ۔ ہاں مگر یاد آگیا بیگم صاحب کا ارادہ آج سہ پہر کرسٹینا کو کہیں سیر کے لئے لے جانے کا ہے ۔ سنا ہے وہاں شیر ۔ تیندوے اور دوسرے جنگلی جانور پنجروں میں بند رکھے رہتے ہیں اس موقعہ پر میں بھی ان کے ساتھ جاؤنگی ۔ تم وہاں ہوتیں ۔ تو دیکھ لیتیں ۔ کہ کسی نہایت خونخوار جانور کی صورت میرے دل میں ذرا سا خوف بھی پیدا نہیں کر سکتی ۔ یہ تو بند جانور ہیں ۔ ہندوستان

میں بارہا جب ہاتھی پر جنگل سے گذرتے ہوئے کھلے شیر اور چیتے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ ۔ ۔"

"تم بھی اپنی بیگم کے ساتھ جاؤگی؟" میڈم اینجلیک نے جو اپنے خیالات میں غرق تھی یکایک پوچھا۔ "آہ! یہ ایک عجیب اتفاق ہے ۔ ۔ ۔ ابھی ابھی میرے دل میں خیال پیدا ہوا تھا ۔ ۔ ۔"

"کیا؟" سگونہ نے چونک کر کہا۔

"یہی کہ اگر تم چڑیا خانہ دیکھنے جا رہی ہو ۔ ۔ ۔" عیار فرانسیسی عورت نے کہنا شروع کیا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ آج ہی بیگم صاحب نے کرسٹینا سے کہا تھا۔ تمہاری طبیعت کل رات کے واقعات سے پریشان ہے۔ میں بغرض تفریح تمہیں چڑیا خانہ کے جانور دکھانے لے چلوں گی" سگونہ نے بے صبری سے کہا۔ "مس اسٹیفن نے جیسا اسکی عادت ہے۔ اس کے لئے شکریہ ادا کیا یہ سب باتیں میرے سامنے ہوئی ہیں۔ پھر بیگم صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ سگونہ کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔ اپنے ملک میں اس نے جنگلی جانوروں کو آزاد تو دیکھا ہے۔ مگر آہنی پنجروں میں بند کبھی نہیں دیکھا۔ آج ہم دکھائیں گے کہ انسان اگر اپنی طاقت سے وحشی درندوں کو رام نہیں کر سکتا۔ تو حکمت عملی سے ضرور کر سکتا ہے۔"

"تب تم ضرور ان کے ساتھ جاؤگی۔" میڈم اینجلیک نے کہا۔ "مگر کیا تمہاری بیگم نے یہ نہیں کہا کہ وہاں درندوں کے علاوہ ہندوستان کے زہریلے سانپوں کے زندہ نمونے بھی رکھے ہوئے ہیں؟"

"نہیں۔" سگونہ نے جواب دیا "ممکن ہے خود ان کو بھی اس کا علم نہ ہو۔"

"مگر واقعہ میں وہاں ہر طرح کے سانپ موجود ہیں۔" میڈم اینجلیک نے بیان کیا۔ "ان کے لئے ایک علیحدہ مکان تعمیر کیا گیا ہے۔ جہاں وہ شیشہ کے ڈبوں میں بند رہتے ہیں۔ سگونہ" اس نے یکایک کہا۔ "اگر تم موقعہ پاکر کسی ڈبہ کا شیشہ توڑ ڈالو۔ اور اس کے اندر جو سانپ ہو۔ اُسے پکڑ کر موٹے چمڑہ کی تھیلی میں بند کر کے ساتھ لے آؤ۔ تو کیسا ہو؟"

"یہ کام بہت مشکل نہیں"۔ سگونہ نے جواب دیا۔ "مگر سوال یہ ہے۔ کیا اس کا موقعہ ہوگا؟"

"میرے خیال میں اس طرح کا موقعہ آسانی مل سکتا ہے۔" میڈم اینجلیک نے جواب دیا۔ "بارہا میں دیر تک ان سانپوں کے پاس اکیلی کھڑی ان کی طرف دیکھتی رہی ہوں ۔ ۔ ۔"

"کیا تمہیں بھی ان کو دیکھنے کا شوق ہے؟" سگونہ نے آہستہ سے کہا۔ مگر ان سادہ لفظوں کی تہ میں یہ طنز موجود تھا۔ کہ تمہاری اور ان سانپوں کی فطرت تو بڑی حد تک مساوی ہے۔

میڈم اینجلیک نے اس رمز کو سمجھا تو بھی۔ مگر مصلحتاً نظرانداز کر دیا۔ پھر کہنے لگی تیں کی

بار گھنٹوں ان کے پاس اکیلی کھڑی رہی ہوں۔ اس لئے میرے خیال میں اگر تم کافی حوصلہ رکھتی ہو۔ تو وہاں سے ایک سانپ پکڑ لانے کا موقعہ ضرور مل سکتا ہے۔ کام ایسا مشکل نہیں۔ کسی ڈبہ کا شیشہ توڑ کر سانپ کو تھیلے میں ڈال لینا بعد کو اس جگہ کے آدمی ٹوٹے ہوئے شیشہ کو دیکھیں گے تو سمجھیں گے۔ کہ محض اتفاقی حادثہ ہے۔ اور سانپ خود ہی کہیں چھپ گیا ہے۔ اس سے پریشانی تو بہت پھیلے گی۔ مگر اس کا مضائقہ نہیں۔ بلکہ میری رائے میں تو واردات ہونے کے بعد بنگلہ میں اسکی موجودگی اتفاقی حادثہ کے خیال کی تصدیق کا موجب ہوگی۔ لوگ سمجھیں گے وہ کسی طرح بنگلہ میں پہنچ کر تمہاری بیگم کے کمرہ میں گھس گیا۔ اور وہاں سوتے میں اسے اتفاقاً ڈس لیا میں کہہ سکتی ہوں کہ اس واقعہ کے بعد کرسٹینا ایشٹن کو بھی کسی طرح کا شبہ نہ ہوگا۔"

سگونہ کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں۔ وہ فرانسیسی عورت کو چالاک اور عیار تو پہلے سے سمجھتی تھی۔ مگر اس شیطانی ذہانت کا اسے شبہ تک نہ تھا۔ تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر کہنے لگی۔ "خیر موقعہ مل گیا تو جو ممکن ہوگا کروں گی۔ تم جاؤ۔"

اس کے بعد میڈم ماہیبک وہاں سے رخصت ہوئی۔ تو اس کا دل اس خوفناک کامیابی کی خوشی سے جو خلاف توقع حاصل ہوئی پھولا نہیں سماتا تھا۔

سہ پہر کو تین بجے راجکماری اندرا کرسٹینا ایشٹن اور خادمہ سگونہ کے ساتھ ریجنٹس پارک میں چڑیا خانہ کے پھاٹک پر گاڑی سے اتری۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ والیٔ اندرآباد کی دختر بسلاہ فاشت بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ ہر روز گاڑی میں سیر کرنے جایا کرتی تھی۔ مگر کسی ایسے مقام تفریح میں جانے کا اس کے لئے یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ مدت سے اسے ان جانوروں کو جنہیں اپنے ملک میں وہ بارہا آزاد جنگلی حالت میں دیکھ چکی تھی۔ قید و ضبط دیکھنے کی آرزو تھی۔ آج کرسٹینا کا جی بہلانے کے خیال سے اور آئی۔ تو اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کا بھی موقعہ مل گیا۔ کرسٹینا سے لارڈ آکیٹوین میرڈیتھ کے عشق کا حال اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ نہ خود کرسٹینا نے ان رنجیدہ واقعات کا حال اس سے کہا تھا۔ جو شب گذشتہ امیر موصوف کے مکان پر پیش آئے تھے اس لئے یہ جاننے کے باوجود کہ لارڈ آکیٹوین میرڈیتھ کا مکان ریجنٹس پارک ہی میں واقع ہے اسے کرسٹینا کو ساتھ لانے میں تامل نہ ہوا۔ خود کرسٹینا اس خیال سے وہاں جاتے ہوئے ڈرتی تھی۔ کہ ایسا نہ ہو لارڈ آکیٹوین سے اتفاقاً میل ہو جائے۔ تاہم انکار کی جرأت اس لئے نہ ہوئی کہ اس صورت میں سب حال راجکماری سے بیان کرنا پڑتا۔ جس کے لئے وہ باحیا لڑکی

ہرگز تیار نہ تھی۔

تینوں چڑیا خانہ میں پہنچیں۔ تو وہاں بہت کم تماشائی موجود تھے۔ اس موقعہ پر رجکماری نے بہت سادہ مشرقی لباس پہنا ہوا تھا۔ اور زیورات کو وہ اس خیال سے اتار گئی تھی کہ لوگ عجوبہ سمجھ کر جمع نہ ہو جائیں۔ سگونہ کا لباس حسب معمول سپید، اور کرسٹینا کی پوشاک نہایت صاف اور نفیس تھی۔ حسن عالمتاب کے ان تین مختلف نمونوں کی یکجائی۔ ایک ایسے مقام پر جہاں خلقت کی آمد و رفت عام تھی۔ ہر شخص کے لئے سامان کشش پیدا کرنے کا ذریعہ بنی اور گو جیسا بیان کیا گیا ہے۔ حاضرین کی تعداد قلیل تھی۔ پھر بھی ہر شخص کی نظریں انہی پر اٹھتی تھیں تینوں کا حسن لاجواب اور بے مثال تھا۔ اندرا کا پر شکوہ۔ سگونہ کا سحر آگیں اور کرسٹینا کا نوریاش پھر ان میں سے دو کے لباس مشرقی اور اہل لندن کے لئے نئی چیز تھے۔ اس لئے ہر ممکن احتیاط کے باوجود ان کا عوام کی نظروں سے بچے رہنا مشکل تھا۔ پھر بھی جن لوگوں نے انہیں دیکھا ان میں سے کسی نے گستاخ نظروں سے گھورنے کی جرأت نہیں کی۔ ہر شخص مودبانہ فاصلہ پر کھڑا نظر حیرت سے دیکھا کیا حتے کہ مہتمان چڑیا خانہ کے نمائندہ نے لوگوں سے کہا۔ یہ ایک مشرقی رئیس زادی ہیں جنہیں عوام کی نظروں میں آنا پسند نہیں۔ اس پر وہ مختصر ہجوم جو ذرا فاصلہ پر جمع ہو گیا تھا جلدی ہی ادھر ادھر منتشر ہو گیا۔

سگونہ تھوڑی دیر راجکماری اور کرسٹینا کے ساتھ رہی۔ پھر رفتہ رفتہ فاصلہ دینے لگی موجودہ صورت میں حرکت اس لئے عجیب معلوم نہ ہوئی۔ کہ مختلف آدمی مختلف جانوروں کو خاص شوق سے دیکھا کرتے ہیں۔ یہی یہی سمجھا گیا۔ کہ وہ ان جانوروں کو جو اسے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ بنظر غور دیکھنا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر چڑیا خانہ کے ایک حصہ کا معائنہ کرنے کے بعد تینوں درمیانی سرنگ سے گذر کر دوسرے حصہ میں گئیں۔ وہاں ایک تختہ پر لکھا ہوا تھا "یہ رستہ سانپ گھر کو جاتا ہے"۔

ان الفاظ کو پڑھ کر سگونہ کے جسم میں بے اختیار خوشی کی لہر پھیل گئی۔ اپنی سفید ڈھیلی پوشاک کے اندر اس نے کسی چیز کو ٹٹولا۔ اور اسے پا کر اتنی خوش ہوئی۔ گویا اس نے کوئی عظیم کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر جلدی ہی ضبط سے کام لے کر اس نے جذبات کو چھپایا اور اطمینان کے ساتھ راجکماری اور کرسٹینا کے پیچھے ہو لی۔ تھوڑی دور آگے موٹے شیشہ کے ڈبوں میں سانپوں کی بے شمار قسمیں بند تھیں ایک جگہ سولہ یا سترہ فٹ لمبا اژدہا جس کا درمیانی حصہ آدمی کی ران

کے برابر ہوتا تھا۔ پانی کے تالاب سے باہر نکل رہا تھا۔ ایک اور مقام پر اژدہا خوفناک شیشہ کے مکان کے اندر ہی درخت کی شاخ سے لپٹا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ شیشہ کے ڈبوں میں طرح طرح کے لاتعداد سانپ موجود تھے۔ بعض فرش زمین پر رینگتے اور بعض ہلکڑ کے ٹکڑہ پر کنڈلی مارے بیٹھے تھے۔ بعض دو شاخی زبان سے ڈبہ کے شیشہ کو چاٹ رہے تھے۔ اور بعض پھن پھیلائے غضبناک صورت بنائے لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مگر یہ زیادہ تر بے ضرر سانپ تھے۔ زہریلے سانپوں کی مختلف قسمیں نسبتاً چھوٹے ڈبوں میں علیحدہ رکھی گئی ہیں۔ ایک میں امریکہ کا ریٹل سنیک یعنی کھڑکھڑانے والا سانپ بیشمار بچوں کو ساتھ لئے ادھر ادھر چل رہا تھا۔ اور اس نظارہ کو دیکھ کر ہر شخص کے دل میں نفرت و خوف کا احساس ہوتا تھا۔ پاس ہی ایک اور ڈبہ میں پھن دار افعی تھا جس کی نسبت ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ ایک ڈبہ مار سیاہ کے لئے مخصوص تھا جو کنڈلی مارے پھن اٹھائے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سگونہ اس کے پنجرہ کے پاس بہت دیر کھڑی رہی۔ اس وقت کوئی شخص بغور دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ اس کی آنکھیں بھی سانپ کی آنکھوں کی طرح تیز چمک رہی تھیں۔ مگر اتفاق سے وہاں ان تینوں کے سوا کوئی اور موجود نہ تھا۔ دیر تک اس سانپ کی طرف دیکھنے کے بعد سگونہ نے نمائش کے لئے پھر بے ضرر سانپوں کو دیکھنا شروع کیا۔

اتنے میں راجکماری نے کہا "پیاری کرسٹینا۔ یہ سب جانور میرے لئے کچھ نئے نہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر پہلے کے دیکھے بھالے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان کو دیکھ کر خوف نہیں ہوتا حالانکہ میں دیکھ رہی ہوں تم بے اختیار سہمی جا رہی ہو۔"

"ہاں میں آپ سے معافی چاہتی ہوں" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "مگر یہ کمزوری بس کی نہیں ہے یقین فرمائیے۔ میں ان جانوروں کو بہت عرصہ دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی۔"

"تو آؤ چلیں" اندرا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی خادمہ سگونہ کو ہندوستانی زبان میں مخاطب کر کے کہا "تم اگر ان کو تھوڑا عرصہ اور دیکھنا چاہتی ہو تو دیکھ لو۔ کرسٹینا کا تو جی بھر گیا۔"

"چلیے میں بھی آپ کے پیچھے آتی ہوں" سگونہ نے جواب دیا۔ "یہ قسم" اس نے اژدہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرے لئے نئی ہے۔ اس لئے غور سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

راجکماری اندرا کرسٹینا کو لے کر رخصت ہوئی۔ اور ان کے جانے پر سگونہ کا چہرہ اطمینان و مسرت سے چمکنے لگا۔ جب تک وہ سامنے رہیں وہ بغور ان کی طرف دیکھا کی۔ آخر جب ایک طرف

کو مڑ گئیں ۔ تو اس نے پہلے نظر تجسس سے ہر طرف دیکھا ۔ کہ کوئی پاس تو نہیں ہے پھر انہی زہریلے سانپوں کے پاس چلی گئی ۔ کالے ناگ کے ڈبے کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی ۔ تو اسکی موٹی سیاہ آنکھوں میں عجیب طرح کی بجلی چمک رہی تھی ۔ سانپ نے اسے دیکھ کر گردن ہلائی ۔ گویا اس پر وار کرنا چاہتا تھا ۔ مگر اس عقل حیوانی نے جو ادنے حشرات الارض میں بھی پائی جاتی ہے ۔ فوراً روک دیا ۔ کہ شیشہ سے سر ٹکرانے میں اپنا ہی نقصان ہے ۔ اس صبح سگونہ کامل سکون و اطمینان کے ساتھ ڈبہ کے سامنے چپ چاپ کھڑی تھی ۔ ایک بار اس نے تمام ڈبوں کو نظر غور سے دیکھا ۔ اور معلوم کیا کہ انہیں کھولنا ہو تو شیشہ کے دروازے اوپر کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ۔ اس وقت وہ سب بند اور مقفل تھے ۔ پھر بھی اس نے احتیاطاً اس ڈبہ کے قفل کو جس میں مار سیاہ بند تھا ہلا کر دیکھا ۔ شاید اس لئے کہ ان موقعوں پر شیطان بھی گنہگاروں کی مدد دینا فرض سمجھتا ہے ۔ قفل ہاتھ لگتے ہی کھل گیا ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ چڑیا خانہ کا محافظ یا تو اسے بند کرنا بھول گیا ۔ یا اس نے بند کیا ۔ اور وہ سہواً کھلا رہ گیا ۔ مگر اصلی وجہ کچھ بھی ہو ۔ بہرصورت اب وہ کھلا ہوا تھا سگونہ نے بڑی آسانی سے اسکو کنڈی سے نکال کر الگ رکھ دیا ۔ اب اس کی آنکھیں مسرت کی آگ سے جگمگا رہی تھیں ۔

ایک بار پھر اس نے دروازہ پر جا کر چاروں طرف دیکھا ۔ مگر کوئی متنفس پاس نہ تھا ۔ اس لئے دوبارہ سانپ کے ڈبہ کے پاس گئی ۔ اس کے بعد لباس کے اندر سے مضبوط اور موٹے چمڑے کا بنا ہوا اتنا بڑا تھیلا نکالا جس میں چوزہ مرغ یا چھوٹا سا خرگوش بآسانی بند ہو سکتا تھا ۔ تھیلے پر دو تسمے لگے ہوئے تھے ۔ جن کی مدد سے اسے کھولنے یا بند کرنے میں فقط ایک ثانیہ لگتا تھا اس کی ساخت بالکل اس دستی بیگ کی طرح تھی ۔ جو میموں کے پاس رہتا ہے ۔ سگونہ نے تھیلے کا منہ کھولا ۔ کہ سانپ کو پکڑ کر اس میں داخل کیا جا سکے ۔ پھر پوری طرح بے خوف ہو کر اس حالت میں کہ بدن ساکن اور حواس قائم تھے ۔ بدن میں ذرا سی سنسنی محسوس کئے بغیر اس نے بائیں ہاتھ سے شیشہ کا دروازہ اوپر کی طرف اٹھانا شروع کیا ۔ اور دائیں کو ضرورت کے لئے تیار رکھا ۔ سانپ تھوڑی دیر شیشہ کے دروازہ کو اوپر اٹھتے دیکھتا رہا ۔ معلوم ہوتا ہے یہ عمل اس کے لئے بالکل نیا تھا ۔ کیونکہ چڑیا خانہ کے محافظ ان دروازوں کو سانپوں کی موجودگی میں نہیں کھولتے ۔ بلکہ جب اس کی حاجت ہو تو ڈبہ کی چھت میں بنے ہوئے سوراخ کی راہ سے ایک مضبوط تار داخل کر کے سانپ کو پچھلے حصہ میں چلے جانے پر مجبور کر دیتے ہیں ۔ پس جیسا بیان کیا گیا ہے ۔ سانپ بنی غیر متحرک

آنکھوں سے دروازہ اٹھنے کے عمل کو خوف وحیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر دیرینہ عادت کے اثر سے پھن سکیڑ کر پیچھے مڑا اور ڈبہ کے عقبی حصہ کی طرف چلنے لگا۔ مگر جیسے ہی اس نے منہ پھیرا سگونہ نے جھٹ اپنا دایاں ہاتھ ڈال کر طرفۃ العین میں سانپ کی گردن اس مضبوطی سے پکڑ لی۔ کہ اس کے لئے پیچھے مڑ کر وار کرنے کی صورت غیر ممکن ہو گئی۔ بے بسی میں اس نے اپنی دُم کو سگونہ کے سڈول بازو پر لپیٹ لیا۔ اس نے سانپ کا منہ جھٹ کھلے تھیلے میں داخل کر دیا۔ اور تسمہ کھینچ کر تھیلے کا منہ اتنا تنگ کیا کہ سانپ کے لئے پیچھے مڑنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ اس کے ساتھ ہی اپنی گرفت ڈھیلی کر دی جس سے سانپ آہستہ آہستہ تھیلے میں داخل ہونے لگا۔ حتے کہ جب اس کی دم سگونہ کے ہاتھ سے نکلی تو اس نے تھیلے کا منہ بزور کس دیا۔ اس سے فارغ ہو کر ہندوستانی عورت نے شیشہ کا ڈھکنا اتنا نیچا کر دیا کہ فرش زمین سے اس کی اونچائی بقدر ایک انچ باقی رہ گئی۔ جس سے بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ سانپ نے اپنی کوشش سے ڈھکنے کو اتنا اونچا اُٹھا دیا ہے۔ اس کے بعد تھیلے کو لباس میں چھپا کر تیز چلتی ہوئی راجکماری اور کرشنا سے جا ملی۔ سارا عمل پانچ منٹ کے عرصہ میں مکمل ہو گیا۔ اور چونکہ سگونہ کے چہرہ پر آثار اضطراب و پریشانی قطعاً موجود نہ تھے اس لئے کسی کے دل میں ذرا سا شک وشبہ بھی پیدا نہ ہوا۔

کرشنا سانپوں کو دیکھ کر اتنی ڈر گئی تھی۔ کہ تفریح کا مقصد فوت ہو گیا۔ راجکماری اندرا کو افسوس ہوا کہ اسے ناحق یہاں لائی۔ پس اس نے فوراً ہی گھر چلنے کا ارادہ کیا۔ سگونہ کے آتے ہی تینوں گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ اور گاڑی ہیز واٹر کے بنگلہ کی طرف روانہ ہوئی۔

ان کے چلے جانے کے قریباً ایک گھنٹہ بعد سانپ گھر کا محافظ کسی کام سے لئے وہاں گیا تو مارسیاہ کے ڈبہ کا ڈھکنا کسی قدر اٹھا ہوا اور ڈبہ کو خالی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عرق سرد کے قطرے پیشانی پر نمودار ہوئے۔ اور اس خیال سے بے اختیار کانپنے لگا کہ نہ معلوم سانپ یہاں سے نکل کر کسی پر وار کرے گا۔ سب سے پہلے اس نے سانپ گھر کے اس حصہ کی دیکھ بھال کی۔ مگر جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ سانپ اس جگہ نہیں ہے۔ آدمی دور اندیش تھا۔ اس لئے کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا کہ مبادا سارے تماشائی خوف زدہ ہو کر بھاگ جائیں وہاں سے چلکر سیدھا منتظم اعلیٰ کے دفتر میں پہنچا۔ اور اسے سب حال سے آگاہ کیا۔ اس نے موقعہ پر جا کر معائنہ کیا تو کھلے ہوئے قفل سے ثابت ہو گیا۔ کہ محافظ ڈبہ کو بند کرنا بھول گیا۔ جس کے بعد سانپ اپنی طاقت سے دروازہ کو کسی قدر اونچا اٹھا کر باہر نکل گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع اہل عملہ میں صرف چند معتمد شخصوں کو

دی گئی جنہوں نے ملکہ اسے باغ کے ہر حصہ میں تلاش کیا۔ لیکن گو انہوں نے گھاس کا ہر تنکا اور جھاڑیوں کا ہر پتہ کھوند ڈالا۔ مگر سانپ کو نہ ملنا تھا۔ نہ ملا۔ ناچار جس طرح ممکن ہوا معاملہ کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ اور عوام کی آگاہی کے لئے یہ خبر مشتہر ہوئی کہ سانپ مر گیا۔

گیارہویں جلد ختم ہوئی

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اب تک ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۷ حصے)	مسٹریز آف لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴۸	۵
" (۵ حصے)	" (سلسلہ ثانی)	"	۲۶۶۴	۱۲/
باپ کا قاتل (۲ حصے)	پیری ساؤنڈ	منشی شمیم الدین صاحب لاہوری	۵۲۵	للعہ
خونی تلوار	میکاف گلنکو	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۸۵۸	لعہ/

مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
انقلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۵۱۰	للعہ/
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	"	۱۷۰	۶/
چلتا پرزہ	" آخری حصہ	"	۵۶	۸/
خونی ہیرا (۲ حصے)	اریسٹ آف آرسین لوپن	"	۱۶۱	۶/

ایڈگر جیپسن اور مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
نقلی نواب	آرسین لوپن	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴	۱۲/

ولیم لکیو

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
منزل مقصود	ہشٹ اپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۵۰	۱۴/

الگزینڈر رڈوماس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
وطن پرست	ریجینٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۳۴۰	۱/

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
روحوں کا خراج	ٹریبوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۶۴	۱۰/

شاعر ربندر ناتھ ٹیگور وغیرہ

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
افسانہ بنگال	...	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۳۵	۱۲/
کانٹوں کا تاج	مکٹ	...	۳۵	۴/

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ لاہور